ماھنامہ

صراطِ مستقیم برمنگھم

January 2024



وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 03 January 2024

Jumada al-Thani/Rajab 1445 AH

جلد: 44 شمارہ: 03 جنوری 2024ء

جمادی الثانی/رجب: 1445ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk



نیکی کے مواقع سے فائدہ اٹھایئے

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری بن عواض الثبیتی ﷾

الحمد للہ! ہر طرح کی حمد و ثنا اللہ ہی کے لیے ہے، کہ جس نے ہر چیز کو اُس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ بتایا، پرہیز گاری اپنانے میں اپنی طرف بڑھنے والے بندوں کی مدد فرمائی، دلوں میں اپنی مشیئت کے مطابق حکمت، نور اور پاکیزگی رکھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہی وہ گواہی ہے جو نجات کا ذریعہ بنتی ہے اور درجے بڑھانے کی ضامن ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ ہمیشگی کے ساتھ کام کرنے والے تھے۔ اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، اہل بیت پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔

بعد ازاں! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (سورۃ آل عمران:102)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔"

نیکی اور بھلائی کے موسم آتے رہتے ہیں، مواقع اور دن آتے رہتے ہیں، جب بھی آتے ہیں، سمجھدار لوگ محنت کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، ہمت بلند کر لیتے ہیں، فضیلتوں کے زینے چڑھتے جاتے ہیں، یوں ان کی روحیں بلند ہو جاتی ہیں، ایمان کو غذا ملتی ہے، نیکیوں کا ذخیرہ بڑھ جاتا ہے، گزشتہ کوتاہیوں کا تدارک کرتے ہیں، آئندہ دنوں کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، اپنی خطاؤں اور غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں اور کمی کوتاہی کو درست کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ مواقع گزر جاتے ہیں تو ہم میں سے بعض لوگوں کی ہمت پست ہو جاتی ہے، جوش کم ہو جاتا ہے، اور ہمت کم ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"ہر کام کا ایک عروج ہوتا ہے، اور ہر عروج پر زوال آتا ہے۔ جس کا زوال بھی میری سنت کے مطابق ہو گا، وہ ہدایت پا گیا، اور جس کا زوال کسی اور چیز کی طرف ہو گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔" (مسند احمد)

اس لیے ہمیں درست راستے کو منتخب کرنے کی فکر کرنی چاہیے، ہمیشہ اور سال کے ہر مہینے کے لیے صحیح طریقہ اپنانا چاہیے، کفایت کر جانے والا جواب، اور کامل علم نبی کریم ﷺ کے طرز عمل سے حاصل کرنا چاہیے، جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے، جب ان سے علقمہ نے پوچھا کہ

"كيف كان عمل النبي ﷺ؟، هل كان يخص شيئًا من الأيام؟ قالت: لا، كان عمله ديمة" (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

"رسول اللہ ﷺ کا عمل کیسا تھا؟ کیا وہ کسی دن کو زیادہ عبادت کے لیے مختص کرتے تھے؟ تو سیدہ نے فرمایا: نہیں۔ آپ ﷺ مستقل مزاجی کے ساتھ کام کرنے والے تھے۔"

یعنی: آپ ﷺ کی نیکیاں جاری رہتی تھیں، وہ کبھی منقطع نہیں ہوتی تھیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«أَحَبُّ الأعمالِ إلى اللهِ -تعالى- أَدْوَمُها، وَإِنْ قَلَّ» (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

"اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال وہ ہیں جو دائمی ہوں۔ چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔"

یہ نبوی منہج اور عبادت گزاروں کا رویہ ہے جو بندے کو ہمیشہ اپنے خالق سے جوڑے رکھتا ہے، وہ ہمیشہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے، مستقل کی جانے والی کم عبادت ہی میانہ روی اور اعتدال ہے، یہ دل کے لیے بھی آسان ہے۔ اسے اس کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا، نفس بھی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، کیونکہ اس میں تنوع پایا جاتا ہے۔ مستقل مزاجی سے کیا جانے والے تھوڑے اعمال بھی زیادہ ہوتے ہیں، نیت سچی ہو تو کئی گنا ہو جاتے ہیں، پھر نفس پر ان کے اثرات بھی بہترین ہوتے ہیں۔

یاد رکھو کہ تمہاری زندگی کی وہ گھڑیاں جنہیں تم بہت کم سمجھتے ہو، اگر ان میں کوئی نیک کام کر لو تو بہت بڑی کامیابی حاصل کر سکو۔

یہ حدیث ہماری توجہ اس طرف مبذول کراتی ہے کہ نیکی پر استقامت نیکی کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ ہونا یوں چاہیے کہ نیکی شروع ہو اور جاری رہے، کیونکہ جو جاری رہتا ہے وہ بلندی حاصل کر لیتا ہے اور عزت کما لیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا منہج بھی یہی ہے کہ

"أدومه وإن قل"

"مستقل مزاجی، عبادت کم۔"

نبی کریم ﷺ کے وہ صحابہ کہ جنہوں نے فضائل کے چشمے سے فیض حاصل کیا، تو ایسی چوٹیاں بن گئے جن کی اقتداء کی جاتی ہے، ان کی سیرتوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے نفل عبادت کا موقع تلاش کیا، ایسا عمل منتخب کیا جو وہ کر سکتا تھا، ایسی

فرمان برداری کو چنا جس میں اس کا دل لگتا ہے اور جس کی طرف اس کا نفس مائل ہوتا تھا، جیسے نماز، صدقہ، نیکی، صلہ رحمی، وغیرہ۔

صحیح مسلم میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صلَّى اثنتي عشرةَ ركعةً في يوم وليلة بُني له بهن بيت في الجنة»

”جو ایک دن میں بارہ رکعتیں پڑھے گا، اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنادیا جائے گا۔“

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«فما تركتُهنَّ منذ سمعتُهنَّ من رسول الله ﷺ»

”جب سے میں یہ حدیث سنی ہے، میں نے انہیں کبھی نہیں چھوڑا۔“

اسی طرح صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

«كان آل محمد ﷺ إذا عملوا عملًا أثبتوه»

”آلِ محمد جب کوئی نیکی کرتے تو اسے جاری رکھتے۔“

اسی طرح صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت بلال سے کہا:

«يا بلال، حدثني بأرجى عمل عملتَه في الإسلام، فإني سمعت دف نعليك بين يدي في الجنة. قال: ما عملت عملًا أرجى عندي أني لم أتطهر طهورا في ساعة ليل أو نهار إلا صليت بذلك الطهور ما كتب لي أن أصلي»

”اے بلال! مجھے اسلام لانے کے بعد کے دور میں سے اس نیکی کے بارے میں بتاؤ جس سے تمہیں سب سے زیادہ امید ہو، کیونکہ میں نے جنت میں تمہارے جوتے کی چاپ سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میری وہ نیکی کہ جس سے زیادہ مجھے کسی چیز سے امید نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے دن یا رات کے وقت جب بھی وضو کیا ہے تو حسب توفیق نماز ضرور پڑھی ہے۔“

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: عَجِبْتُ لَهَا! فُتِحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ ذَلِكَ»

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ مجمع سے ایک شخص نے کہا: اللہ بہت بڑا ہے! اللہ کے لیے بہت حمد و ثنا ہے۔ ہم صبح و شام اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ الفاظ کہنے والا کون ہے؟ مجمع سے ایک شخص نے کہا: میں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے شاندار الفاظ ہیں۔ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلے تھے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب سے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے، میں نے انہیں کبھی نہیں چھوڑا۔“

تمہیں ارد گرد کامیاب لوگوں کی رفتار ضرور نظر آئے گی، اپنی قوم کے محنتی لوگوں کا حال ضرور نظر آئے گا، جنہوں نے بلند اہداف حاصل کیے ہیں، بڑے منافع کمائے ہیں، اپنے دینی کاموں میں بھی اور دنیاوی اعمال میں بھی، یہ وہی لوگ ہیں جو ثابت قدم رہے، وقت کی قلت کے باوجود مستقل مزاج رہے۔ اگر کوئی شخص حفظ قرآن کے لیے تھوڑا سا وقت مختص کر دے، یا علم سیکھنے کے لیے تھوڑا سا وقت مستقل طور پر نکال لے، یا سیرت کے مطالعے کے لیے، کسی مفید مطالعے کے لیے، یا اولاد کے ساتھ بیٹھنے اور ان کی تربیت کرنے کے لیے، یا رضاکاری کے لیے، یا اللہ سے تجارت کے لیے، یا دنیاوی عمل کے لیے کچھ وقت ہمیشہ کے لیے مختص کر دے، تو لازمی طور پر اس کی مراد پوری ہو جائے گی، وہ اپنے اہداف حاصل کر لے گا، اسے دنیا میں ترقی ملے گی، فکر میں وسعت ملے گی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہو گا، وہ معاشرے کا ایک اچھا فرد بن جائے گا اور معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر پائے گا۔

مزید یہ کہ

جو شخص کسی نیک کام پر قائم ہو، پھر کبھی وہ بیمار ہو جائے، یا سفر پر چلا جائے، تو اسے اس عمل کا اجر پھر بھی ملتا ہی رہتا ہے۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا:

«إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا»

”جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے، یا سفر پر نکل پڑتا ہے، تو اسے ان اعمال کا اجر ملتا رہتا ہے جو وہ اپنے گھر میں تندرستی کی حالت میں کرتا تھا۔“ (صحیح بخاری)

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن عظیم سے برکت عطا فرمائے! اس میں آنے والی آیات اور ذکر حکیم سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اپنے اور آپ کے لیے اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔ یقیناً! وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

اللہ کی بے شمار نعمتوں پر حمد و ثنا اسی کے لیے ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ خوبصورت نام اور با کمال صفات اسی کی ہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ رحمت وہدایت کے ساتھ مبعوث ہونے والے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

بعدازاں! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔

اہم بات یہ ہے کہ

ہر معاملے میں اعتدال اور میانہ روی ضروری ہے۔ کیونکہ عبادت میں تکلف کرنے اور نفس کے ساتھ سختی کرنے کے نتیجے میں کمزوری آ سکتی ہے یا عمل پوری طرح چھوٹ سکتا ہے۔ اس سے تھکاوٹ، اکتاہٹ اور بے زاری بھی ہو سکتی ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص درست راستے سے ہٹ جائے، یا قابل مذمت مبالغہ آرائی کا شکار ہو جائے۔ اس لیے حدیث نبوی میں ایسے لوگوں کو توجہ دلائی گی کہ نبوی طرز عمل اختیار کریں۔

صحیح روایت میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ؟! قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي".

"تین لوگ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے گھروں میں گئے اور ان سے نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے لگے، تو جب انہیں اس کے بارے میں بتایا گیا تو یوں لگا جیسے انہیں یہ عبادات کم لگی ہوں۔ انہوں نے کہا: ہم کہاں اور رسول اللہ ﷺ کہاں! ان کے تو اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہیں۔ ایک نے کہا:

"میں تو ہمیشہ تہجد پڑھوں گا۔"

دوسرے نے کہا:

"میں ہمیشہ روزے میں رہوں گا اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔"

تیسرے نے کہا:

"میں عورتوں سے دور رہوں گا اور شادی نہیں کروں گا۔"

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم ہو جنھوں نے ایسا اور ایسا کہا؟ اللہ کی قسم! تم سب کی نسبت میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور پرہیز گار ہوں، مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور شادیاں بھی کرتا ہوں۔ تو جو میری سنت کو پسند نہیں کرتا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"

اللہ کے بندو! رسول ہدایت پر درود وسلام بھیجو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کو یہی حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ الاحزاب: 56)

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما! محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی تھیں۔ تو بڑا قابل تعریف اور پاکیزگی والا ہے۔

اے اللہ! برکتیں نازل فرما! محمد ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی تھیں۔ تو بڑا قابل تعریف اور پاکیزگی والا ہے۔ ان سب پر سلامتی بھی نازل فرما!

اے اللہ! خلفائے راشدین سے راضی ہو جا! اصحاب ہدایت اماموں سے، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے، تمام اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا۔

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اپنی معافی، کرم نوازی اور احسان فرما کر ہم سب سے بھی راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما!

اے اللہ! اپنے اور دین کے دشمنوں کو تباہ وبرباد فرما!

اے اللہ! اس ملک کو اور تمام مسلمان ممالک کو امن وسلامتی نصیب فرما!

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کا اور جنت کے قریب لے جانے والے تمام اقوال واعمال کا سوا کرتے ہیں۔ آگ سے اور آگ کے قریب لیجانے والے تمام اقوال واعمال سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ساری خیر کا سوال کرتے ہیں۔ جلد آنے والی اور دیر سے آنے والی، اس برائی سے جس کا ہمیں علم ہے اور اس برائی سے جس کا ہمیں علم

بھی نہیں ہے۔ ہر برائی سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ جلد آنے والی اور دیر سے آنے والی، اس برائی سے جس کا ہمیں علم ہے اور اس برائی سے جس کا ہمیں علم بھی نہیں ہے۔

اے اللہ! ہم خلوت وجلوت میں تیری خشیت کا سوال کرتے ہیں، غصے اور خوشی میں حق بات کہنے کی توفیق مانگتے ہیں، تنگی اور فراخی کے دور میں میانہ روی مانگتے ہیں۔ ہم تجھ سے بے انتہا نعمتوں کا سوال کرتے ہیں، آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک مانگتے ہیں جو کبھی منقطع نہ ہو۔ تیرے چہرے کے دیدار کا لطف مانگتے ہیں، تیری ملاقات کا شوق چاہتے ہیں، مگر کسی نقصان کے بغیر، کسی گمراہ کن فتنے کے بغیر۔

اے اللہ! ہمیں بہترین سوال سجھا، بہترین دعا ہمارے دلوں میں ڈال دے، ہمیں بہترین کامیابی نصیب فرما، بہترین کامرانی عطا فرما، بہترین اعمال کی توفیق عطا فرما۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! بہترین دعائیں سجھا۔

اے اللہ! ہمارا ہر گناہ کو معاف فرما دے۔ ہماری ہر پریشانی کو دور کر دے، ہمارے قرض ادا کر دے، ہمارے ہر مریض کو شفا دے دے، ہمارے ہر آزمائش زدہ کو عافیت نصیب فرما دے، اپنی رحمت سے، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!

اے پروردگار عالم! اس کے اعمال اپنی رضا کے مطابق بنا۔

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اس کے ولی عہد کو بھی ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش اور راضی ہوتا ہے۔

تمام مسلمان حکمرانوں کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما!

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! انہیں اپنی شریعت نافذ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورة الاعراف:23)

”اے رب، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا، تو یقیناً! ہم تباہ ہو جائیں گے۔“

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (سورۃالحشر: 10)

”اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔“

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورة البقرة: 201)

”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی! اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا!“

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (سورة النحل:90)

”اللہ عدل، احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ بدی، بے حیائی اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم سبق لو۔“

اللہ کو یاد کرو، وہ تمہیں یاد رکھے گا۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، وہ تمہیں مزید عطا فرمائے گا۔

﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ (سورۃالعنکبوت:45)

”اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔“

☆☆☆

دعائے صحت

سابق ناظم نشر واشاعت مولانا حافظ عبد الاعلیٰ درانی حفظہ اللہ (خطیب بریڈ فورڈ) ان دنوں فالج کی وجہ سے بیمار ہیں اور لکھنے میں بھی دقت محسوس کر رہے ہیں۔ ان سے فون پر بات ہوئی تو بتایا کہ کچھ دنوں سے طبیعت صحیح نہیں ہے۔ حافظ صاحب نے جمال القرآن کے نام سے تفسیر لکھی ہے، مصر کا چاند اور بہت سی کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ حافظ صاحب کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ کریم انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

غربة المؤمن

محدث فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كيف بك إذا بقيت إلى زمان شاهدت فيه ناسًا: لا يُفرِّقون بين الحقِّ والباطل، ولا بين المؤمن والكافر، ولا بين الأمين والخائن، ولا بين الجاهل والعالم، ولا يعرفون معروفًا ولا يُنكرون مُنكرًا؟"

”اس زمانے میں تمہارا کیا حال ہوگا، جب تم لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ حق وباطل میں فرق کریں گے، نہ مومن وکافر میں، نہ امانت دار اور خائن میں، نہ جاہل اور عالم میں اور وہ معروف کو معروف نہیں سمجھیں گے، نہ منکر کو منکر جانیں گے۔“

(الابانة الكبرى لابن بطة: (24) 1/188)

[ترجمانی: طاہر اسلام عسکری]



اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو سید المرسلین اور خاتم النّبیین کے طور پر مبعوث فرمایا۔ اور اُنہیں قرآن کریم کی شکل میں ایک دائمی معجزہ عنایت کیا۔ قرآنِ مجید کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی اور نبی مکرم ﷺ کے فرائض میں قرآنی آیات کو پڑھ کر سنانا، لوگوں کا تزکیۂ نفس کرنا، اور کتاب وحکمت کی تعلیم دینا شامل کئے، جو اس مشہور آیت میں بیان ہوئے ہیں:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

"اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر احسان فرمایا کہ ان پر ایک رسول انہی میں سے مبعوث کیا جو ان پر اس کی آیاتِ کریمہ کی تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیۂ نفس کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس سے پہلے تو یہ واضح گمراہی میں تھے۔" (سورۃ آلِ عمران: 164)

گویا منصبِ رسالت کے بنیادی تقاضوں میں سے یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات کی تلاوت کرکے ، لوگوں کا تزکیۂ نفس کیا جائے۔

قرآن کریم کے مسلمانوں پر عائد حقوق میں، ایک حق اس کو اچھی طرح تلاوت کرنا ہے۔ قرآنی آیات کی تلاوت کے بارے میں اہل اسلام کا رویہ قرآن کریم میں یہ بیان ہوا ہے:

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے ، وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہی لوگ اس پر ایمان لانے والے ہیں۔" (سورۃ البقرۃ: 121)

یعنی ایمان کے تقاضوں اور حقوقِ قرآن میں سے یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت، اس طرح کی جائے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اور یہ تلاوت نبی کریم ﷺ کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت بذات خود بہت بڑی نیکی ہے، جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

«مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لاَ أَقُولُ الْم حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلاَمٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ»

"جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہیں، اور ایک نیکی 10 گنا کے برابر ہوتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ ال-م ایک حرف ہے۔ لیکن الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔" (جامع ترمذی: 2910)

نبی ﷺ نے ایسے حروفِ مقطعات کی مثال بیان کی جس کا مفہوم واضح نہیں ہے، اس مثال میں ایسے لوگوں کا ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ ترجمے کے بغیر قرآنِ مجید پڑھنے کا کچھ فائدہ / ثواب نہیں ہے۔

تلاوتِ قرآن کریم کو سنا بھی نیکی ہے، جیسا کہ یہ حدیثِ نبوی ہے:

«مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى كُتِبَ لَهُ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ، وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ» (مسند احمد: رقم 8475۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ضعیف الجامع: 5408)

"جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت سنی، اس کے لیے دوہری نیکی لکھی جاتی ہے، اور جس نے اسے تلاوت کیا، وہ تلاوت روز قیامت اس کے لیے باعثِ نور ہو گی۔"

قرآن کریم کی تلاوت کی مہارت کا کیا ثواب ہے اور دوسری طرف اس میں مشقت برداشت کرنے کا کیا اجر ہے؟ اس فرمانِ نبوی میں ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ، لَهُ أَجْرَانِ»

"قرآن کریم کے ماہر کا انجام مقرب ومعزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔ اور جو قرآن پڑھتے ہوئے اَٹکتا ہے، اور روانی سے اچھی تلاوت نہیں کر سکتا، اس کے لیے دو اجر ہیں۔" (ایک تلاوت کا اور دوسرا اس کے لیے مشقت برداشت کرنے کا) (صحیح مسلم: 244)

جس طرح ہر کام کے لیے نبی کریم ﷺ کا اُسوہ حسنہ ہی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، اسی طرح تلاوتِ قرآن کے مبارک، مسنون اور نیک عمل کے لیے بھی آپ ﷺ کے طریقہ سے رہنمائی لینا چاہیے، اس سلسلے میں بعض تفصیلات نبی کریم ﷺ کے ارشادات (قولی حدیث) سے معلوم ہوتی ہیں اور کچھ آپ کے عمل (فعلی حدیث) سے۔

ذیل میں کتبِ احادیث سے ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

پہلا ادب: سوز اور رقت سے تلاوتِ قرآن

1۔ قرآنِ کریم کی تلاوت سوز اور رقت کے ساتھ کرنی چاہیے اور اسے تلاوت کی سب سے بہترین خوبی قرار دیا گیا ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ، الَّذِي إِذَا سَمِعْتُمُوهُ يَقْرَأُ، حَسِبْتُمُوهُ يَخْشَى اللَّهَ»(سنن ابن ماجہ 1339)

2۔ آپ ﷺ بذاتِ خود قرآن کریم کی تلاوت بے حد سوز اور خشوع کے ساتھ فرمایا کرتے، سیدنا جبیر بن معطم راوی ہیں کہ

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ، فَلَمَّا بَلَغَ هَذِهِ الآيَةَ :﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ 0 أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ 0 أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾ قَالَ: كَادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ

”میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نماز مغرب میں سورۃ الطّور کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب آپ ان آیات پر پہنچے تو [شدتِ تاثیر سے] مجھے لگا کہ میری روح پرواز کر جائے گی۔“ (صحیح بخاری: 4854)

3۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کی یہ تاثیر اس آیت کریمہ میں بیان ہوئی ہے:

﴿ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ﴾

”اللہ تعالیٰ نے بہترین کتاب نازل کی، جس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی آیات ہیں۔ اللہ کی خشیت رکھنے والوں کے دل اس سے کانپ اٹھتے ہیں، پھر ان کی جلدیں اور دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔“(سورۃ الزمر:23)

4۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ سے قرأتِ قرآن سنا کرتے اور اسے سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے، سیدنا عبداللہ بن مسعود راوی ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اقْرَأْ عَلَيَّ» قَالَ: قُلْتُ: أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ: «إِنِّي أَشْتَهِي أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي» قَالَ: فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ [النساء:41] قَالَ لِي: «كُفَّ - أَوْ أَمْسِكْ » فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَذْرِفَانِ

”مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن کی تلاوت سناؤ۔ میں نے کہا: میں آپ کو کیسے قرآن سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ کہنے لگے: میرا جی چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے تلاوت سنوں۔ سو میں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی، حتی کہ جب میں اس آیت پر پہنچا کہ وہ کیسا وقت ہو گا جب ہم ہر اُمّت سے گواہ بلائیں گے، اور آپ ﷺ کو ان تمام لوگوں پر گواہ بنائیں گے تو آپ کہنے لگے: بس بس، رک جاؤ۔ میں نے دیکھا، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔“(صحیح بخاری:5055)

5۔ قرآن پڑھتے ہوئے اگر خشیت نہ بھی طاری ہو تو ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ رونے کی سی شکل بنا لی جائے اور تلاوت میں رِقت آمیز لہجہ اختیار کیا جائے، عبدالرحمن بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَدِمَ عَلَيْنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَقَدْ كُفَّ بَصَرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنِ أَخِي، بَلَغَنِي أَنَّكَ حَسَنُ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ، فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَابْكُوا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا، وَتَغَنَّوْا بِهِ، فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِهِ فَلَيْسَ مِنَّا»

”سعد بن ابی وقاص ہمارے ہاں آئے جبکہ آپ کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ میں نے انہیں سلام کہا تو پوچھنے لگے: کون؟ میں نے تعارف کرایا، بولے: بھانجے خوش آمدید، مجھے پتہ چلا ہے کہ تم قرآن بڑی خوبصورت آواز میں تلاوت کرتے ہو، میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا تھا کہ یہ قرآن پر غم کی کیفیت غالب ہے، جب تم اسے پڑھو تو رویا کرو۔ اگر رونہ پاؤ تو رونے کی صورت بنا لیا کرو۔ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھو، کیونکہ جو اسے خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔“ (سنن ابن ماجہ: 1337)

دوسرا ادب: معانی میں غور کر کے دہرانا اور اُس کے مطابق دعا کرنا

6۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو فکر و تدبر اور تذکیر و نصیحت کے لیے نازل کیا ہے، اور نبی کریم ﷺ کی تلاوت بھی ان تقاضوں کے مطابق ہوتی تھی، قرآنِ کریم میں ہے:

﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

”یہ کتاب ہم نے آپ پر اُتاری ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں تدبر کریں، اور باشعور لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔“(سورۃ ص:29)

7۔ نبی کریم ﷺ آیات کی تلاوت کے ساتھ اس کے معانی میں غور کر کے، اُس کے مطابق عمل کیا کرتے، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ،

فَمَضَى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ، فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ، فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا، إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُولُ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»، فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ. (صحیح مسلم:203)

"میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورۃ البقرۃ سے آغاز کیا۔ میں نے سوچا کہ آپ سو آیات پڑھ کر رکوع کرلیں گے، آپ کی تلاوت جاری رہی۔ میں نے سوچا کہ اس سورۃ کو ایک رکعت میں ختم کرلیں گے۔ آپ کی تلاوت جاری رہی، پھر آپ نے سورۃ النساء کا آغاز کر دیا، اس کو پڑھا، پھر سورۃ آل عمران کا آغاز کر دیا، اس کو بھی پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے۔ جب بھی کسی تسبیح والی آیت سے گزرتے تو اللہ کی تسبیح بیان کرتے، جب بھی کسی سوال کی آیت سے گزرتے تو اللہ سے مانگتے، اور جب بھی کسی پناہ والی آیت پر پہنچتے تو اللہ سے پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا۔ آپ کا رکوع آپ کے قیام کے برابر ہی طویل تھا، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا جو رکوع کے برابر لمبا تھا، پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا، آپ کے سجدے بھی قیام کے بقدر لمبے تھے۔"

8۔ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ، وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ»، ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوعِهِ، وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» ثُمَّ قَرَأَ آلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُورَةً سُورَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذَلِكَ (الشمائل المحمدیہ از امام ترمذی، ص: 256، رقم 314، طبع المکتبۃ التجاریہ)

"میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک رات موجود تھا۔ آپ نے مسواک کر کے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔ آپ نے سورۃ البقرۃ سے آغاز کیا۔ آپ کسی آیتِ رحمت سے نہ گزرتے مگر وہاں رک کر اللہ کی رحمت کا سوال کرتے۔ اور کسی آیت عذاب سے نہ گزرتے مگر رک کر اللہ عزوجل سے پناہ مانگتے۔ پھر رکوع کیا تو اس میں قیام کے بقدر موجود رہے اور اپنے رکوع میں یہ دعا ... پڑھتے۔ پھر سجدہ کیا تو اس میں رکوع کے بقدر وقفہ کیا اور سجدوں میں یہ دعا «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» پڑھتے۔ پھر آپ نے [اگلے قیام میں] سورۃ آلِ عمران کی تلاوت کی، پھر کوئی اور سورت، پھر کوئی اور... اور ہر سورۃ میں ایسے ہی کرتے۔"

9۔ آپ ﷺ نماز میں آیات کے معانی پر غور کرتے ہوئے آیات کو دہرایا کرتے، جیسا کہ سیدنا ابوذرّ غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا» وَالْآيَةُ: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورۃ المائدۃ:118؛ سنن ابن ماجہ:1350)

"ایک رات نبی ﷺ نے قیام کیا، تو ساری رات گزر گئی اور اسی آیتِ کریمہ کو آپ دہراتے رہے کہ "یا الٰہی! یہ تیرے ہی بندے ہیں، اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو غالب و دانا ہے۔"

10۔ آپ قرآنی آیات میں غور و فکر فرمایا کرتے، اور تلاوتِ قرآن کے دوران بہت زیادہ رویا کرتے، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

لَمَّا كَانَ لَيْلَةٌ مِنَ اللَّيَالِي قَالَ: «يَا عَائِشَةُ! ذَرِينِي أَتَعَبَّدُ اللَّيْلَةَ لِرَبِّي». قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّ قُرْبَكَ وَأُحِبُّ مَا سَرَّكَ. قَالَتْ: فَقَامَ فَتَطَهَّرَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَتْ: فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ حِجْرَهُ. قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ لِحْيَتَهُ. قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ الْأَرْضَ. فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ. فَلَمَّا رَآهُ يَبْكِي. قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ تَبْكِي وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ: «أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ آيَةٌ وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهَا: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ الآية كلها»

"راتوں میں سے ایک رات نبی کریم ﷺ کہنے لگے: یا عائشہ! مجھے چھوڑ دو میں اس رات اپنے رب کی بندگی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: واللہ! مجھے آپ کی قربت بڑی عزیز ہے لیکن آپ کی خوشی بھی مجھے محبوب ہے۔ کہتی ہیں کہ آپ کھڑے ہوگئے اور وضو کیا۔ کہتی ہیں کہ نماز میں روتے رہے حتی کہ آپ کی گود تر ہوگئی۔ پھر کہتی ہیں کہ روتے رہے حتی کہ ڈاڑھی مبارک بھی بھیگ گئی۔ پھر روتے رہے اور اتنا روئے حتی کہ زمین بھی گیلی ہوگئی۔ پھر بلال آگئے،

نماز کی اطلاع دینے کے لیے۔ جب انہیں روتے دیکھا تو کہا: یارسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں۔ تو جواب دیا: میں اللہ کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں، آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی، افسوس اس پر جو اس کو پڑھے لیکن اس میں غور و فکر نہ کرے۔" (آل عمران: 190؛ صحیح ابن حبان، محقق: 620)

تیسرا ادب: نماز میں لمبی تلاوت کرنا

11۔ قرآن کریم میں بھی آپ کو لمبے قیام کی تلقین ان الفاظ میں کی گئی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴾

"اے کملی اوڑھنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا، نصف رات یا اس سے کچھ کم و بیش اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کر۔" (سورۃ المزمل: 1 تا 4)

12۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین نماز کونسی ہے؟

... قَالَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «جَهْدُ الْـمُقِلِّ» قَالَ: فَأَيُّ الصَّلَوَاتِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «طُولُ الْقُنُوتِ»

"پوچھا بہترین صدقہ کیا ہے، جواب دیا کہ بڑی مشکل سے معمولی صدقہ نکالنے والا۔ پوچھا: کہ بہترین نماز کونسی ؟ آپ نے فرمایا: جس میں قیام لمبا ہو۔" (مصنف عبدالرزاق صنعانی: 3/ 72، رقم 4843)

13۔ آپ کی قراءت اس قدر لمبی ہوتی کہ مذکورہ بالا حدیث حذیفہ (نمبر 7) کے مطابق آپ ﷺ نے قیام میں تقریباً سوا پانچ پارے تلاوت کیے۔ اور سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر 8) کے مطابق سورۃ البقرۃ، دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران اور ایسی ہی طویل سورتیں تلاوت کیں۔ اور ایسی ہی ایک حدیث سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَطَالَ حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ." قَالَ: قِيلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهِ؟ قَالَ: "هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ"

"عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے لمبا قیام کیا، حتیٰ کہ میں نے ایک برا ارادہ کیا۔ پوچھا گیا: کیا برا ارادہ؟ کہنے لگے: میں نے سوچا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ کو قیام میں اکیلا چھوڑ دوں۔" (صحیح مسلم: 1/ 537، رقم 204... باب استحباب تطویل القراءۃ فی الصلاۃ)

14۔ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

«مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا، حَتَّى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِعَامٍ، فَكَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا، وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسُّورَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا»

"میں نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے نفلی نماز بیٹھ کر پڑھی ہو، حتیٰ کہ وفات سے ایک سال قبل آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ آپ ایک سورۃ پڑھتے اور اس کو ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے حتیٰ کہ وہ لمبی سے لمبی ہوتی جاتی۔" (صحیح مسلم: رقم 118)

چوتھا ادب: بلند آواز سے تلاوتِ قرآن

15۔ آپ ﷺ بلند آواز سے تلاوتِ قرآن کیا کرتے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾، قَالَ: «نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ، فَكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ، فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ، سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ»، فَقَالَ اللهُ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾: أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعَ المُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا القُرْآنَ: ﴿ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾، عَنْ أَصْحَابِكَ فَلاَ تُسْمِعُهُمْ ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيْلًا﴾

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیتِ کریمہ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا کے بارے میں مروی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ مکہ میں روپوش تھے۔ جب آپ اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو آواز کو بلند کیا کرتے۔ مشرکوں نے جب ایسا سنا تو قرآن کو اور قرآن جس پر نازل ہوا، جو قرآن لے کر آیا، سب کو گالیاں بکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہا کہ تو اپنی عبادت یعنی اپنی قرأت میں بلند آواز اختیار نہ کر کیونکہ مشرک قرآن کو سن کر اسے گالیاں بکتے ہیں۔ اور نہ آواز کو اتنا پست کر کہ تیرے ساتھی سن ہی نہ سکیں۔ اور دونوں کے درمیان رویہ اختیار کر۔" (صحیح بخاری: 7525)

16۔ عبد اللہ بن ابو قیس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا:

عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: «كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ». فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِله الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً

"آپ کی قراءت کے بارے میں کہ آپ آہستہ تلاوت کیا کرتے، یا بلند آواز سے تو آپ نے جواب دیا: آپ دونوں طرح تلاوت کرتے، کبھی بلند اور کبھی آہستہ۔ تو میں نے کہا: سب تعریفیں اس اللہ جل شانہ کی، جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی۔" (الشمائل المحمدیہ از امام ترمذی، ص: 259، رقم 318، المکتبۃ التجاریہ)

16۔ نبی کریم ﷺ کی تلاوت کی آواز بعض اوقات اس قدر بلند ہوتی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

«كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ»

”آپ کی تلاوت کو کبھی کوئی شخص بند کمرے میں سن لیا کرتا او رآپ اپنے گھر میں سے تلاوت کر رہے ہوتے۔“ (الشمائل المحمدیہ از امام ترمذی، ص: 262، رقم 322، المکتبۃ التجاریہ)

17۔ سیدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«كُنْتُ أَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ وَأَنَا عَلَى عَرِيشِي» (الشمائل المحمدیہ از امام ترمذی، ص: 260، رقم 319، المکتبۃ التجاریۃ)

”میں نبی ﷺ کی رات کو کی جانیوالی تلاوت کو سن لیا کرتی، حالانکہ میں اپنی چارپائی پر ہوتی۔“

18۔ بلند آواز سے تلاوت کرنے کی وجہ وہ ہے جس کو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے:

قَالَ لَهُ: إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الغَنَمَ وَالبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ لِلصَّلاَةِ، فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ: «لاَ يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلاَ إِنْسٌ، وَلاَ شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ»، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ

”ایک بار ابوسعید خدری کہنے لگے کہ تجھے بکریاں اور جنگل پسند ہیں۔ جب تو بکریوں اور بیابان میں ہو تو نماز کے لیے اذان کہا کر اور اپنی آواز کو بہت بلند کیا کر۔ کیونکہ ”موذن کی آواز کو کوئی جن وانس نہیں سنتا مگر روزِ قیامت وہ اس کی گواہی دے گا۔“ ابو سعید کہتے ہیں کہ یہ بات اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔“ (صحیح بخاری: 7548)

پانچواں ادب: ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا

19۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾

”اے نبی! آپ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کریں۔“ (سورۃ المزمل: 4)

20۔ نبی کریم ﷺ نے اہل جنت کی نشانی بھی یہ بیان کی ہے کہ وہ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں گے اور جنت کی منازل طے کرتے جائیں گے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ، وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا»

”آپ ﷺ نے فرمایا: صاحب قرآن کو کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجے طے کرتا جا۔ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھ جیسے تو دنیا میں اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ تیرا جنت میں مقام وہ ہے جہاں تو آخری آیت کی تلاوت کرے گا۔“ (سنن أبو داود: 1464)

21۔ اوپر نکتہ نمبر 7 اور 14 میں تلاوتِ نبوی کی یہ خاصیت بیان ہوئی ہے کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا کرتے۔ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی تلاوت کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ يَقُولُ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ثُمَّ يَقِفُ، ثُمَّ يَقُولُ: ﴿الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ ثُمَّ يَقِفُ، وَكَانَ يَقْرَأُ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾

”نبی کریم ﷺ رک رک کر تلاوت قرآن کریم کیا کرتے۔ آپ کہتے: الحمد للہ رب العٰلمین، پھر رک جاتے۔ پھر کہتے: الرحمٰن الرحیم، پھر رک جاتے۔ پھر کہتے: مالک یوم الدین۔ (الشمائل المحمدیۃ از امام ترمذی، ص: 259، رقم 317، المکتبۃ التجاریۃ)

22۔ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی قراءت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا:

سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَصَلَاتِهِ... ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ، فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

”اُمّ سلمہ زوجۂ نبی ﷺ سے آپ کی قراءت اور نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے نبی کریم ﷺ کی قراءت کی تفصیل یوں بیان کی کہ آپ کی قراءت میں ایک ایک حرف بالکل واضح، اور علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا۔“ (جامع ترمذی: 2923)

چھٹا ادب: خوش الحانی سے قرآنِ کریم پڑھنا

23۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالقُرْآنِ»، وَزَادَ غَيْرُهُ: «يَجْهَرُ بِهِ»

”وہ آدمی ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔ اور بعض راویوں نے ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے کہ خوش الحانی اور بلند آوازی سے نہیں پڑھتا۔“ (صحیح بخاری: 7527)

24۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ»

”قرآن کریم کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کیا کرو۔“ (سنن ابوداود: 1468)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی یہی فرمانِ نبوی، اس سے وسیع تر الفاظ میں یوں بھی آیا ہے:

«زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ» وَفِي رِوَايَةٍ: «حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا»

”قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے حسن دیا کرو۔ کیونکہ خوبصورت آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کر دیتی ہے۔“ (صحیح ابو داوٗد 1320، سلسلۃ الصحیحۃ:

771، مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر :ص 137، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ:1/601، رقم 3145، سنن دارمی ابن نصر فی الصلاۃ، صحیح، مشکاۃ المصابیح:2208)

25۔ایک اور حدیث میں یوں بھی الفاظ آئے ہیں:

«حَسَنُ الصَّوْتِ زِيْنَةُ الْقُرْآنِ»

”خوبصورت آواز، قرآن کریم کا حسن ہے۔“ (طبرانی عن ابن مسعود، رقم 3144 ... (حسن)؛ سلسلۃ الصحیحہ:1815)

26۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ»، قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَرَأَيْتَ إِذَا لَمْ يَكُنْ حَسَنَ الصَّوْتِ؟ قَالَ: «يُحَسِّنُهُ مَا اسْتَطَاعَ». (سنن ابوداود:2/75، رقم 1471... حکم البانی: حسن صحیح)

”میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو کہتے سنا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے کہا: یا ابو محمد! اگر انسان کی آواز خوبصورت نہ ہو تو پھر؟ کہنے لگے: وہ بقدرِ استطاعت اس کو اچھا بنانے کی کوشش کرے۔“

خوش الحانی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی سنّت ہے اور اس کو توجہ سے سننا اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا طریقہ ہے!

28۔ نبی کریم ﷺ بہت خوبصورت انداز میں قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے، براء بن عازب سے مروی ہے کہ

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي العِشَاءِ: وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا أَوْ قِرَاءَةً مِنْهُ

”میں نے نبی ﷺ کو سنا کہ آپ نماز عشا میں سورت والتین کی تلاوت کررہے تھے، میں نے آپ سے اچھی آواز اور اچھی قراءت والا کوئی ایک بھی نہیں سنا۔“ (صحیح بخاری:9/158، رقم 7546)

29۔ آغاز میں نبی کریم ﷺ کی سورۃ الطّور کی تلاوت کی تاثیر کا تذکرہ بھی ایک حدیث مبارکہ میں آیا تھا۔سیدنا ابو ہریرہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان روایت کرتے ہیں:

«مَا أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهِ».

”اللہ تعالیٰ کسی شے کو اتنا توجہ او رانہماک سے نہیں سنتے، جتنا نبی کریم ﷺ کی خوبصورت تلاوت کو سنتے ہیں کہ وہ خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔“(صحیح مسلم:233، صحیح بخاری:7544)

صحیح مسلم کی اس حدیث کے شارح شیخ محمد فواد عبد الباقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

يتغنى بالقرآن، معناه عند الشافعي وأصحابه وأكثر العلماء من الطوائف وأصحاب الفتوى يحسن صوته به وقال الشافعي وموافقوه: معناه تحزين القراءة وترقيقها واستدلوا بالحديث الآخر «زينوا القرآن بأصواتكم» قال الهروي معنى يتغنى به يجهر به.

”خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کا مطلب امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب، مختلف طبقوں کے اکثر علما اور مفتیانِ کرام کے نزدیک یہ ہے کہ آپ اس کے ساتھ آواز کو خوبصورت کیا کرتے۔امام شافعی رحمہ اللہ اوران کے ہم نوا کہتے ہیں: اس کا مطلب ہے قرآن کو رقت اورخشیت الٰہی سے پڑھنا۔اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیاہے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے حسن دو۔ امام ہروی کہتے ہیں کہ خوش الحانی کا مطلب بلند آواز سے قرآن پڑھنا ہے۔“

اس حدیث میں اَذِنَ کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب کان لگا کر سننا ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں آتا ہے: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ 0 وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾

”جب آسمان پھٹ جائے گا، اور وہ اپنے ربّ کے حکم پر (کاربند ہونے کے لیے) کان لگائے ہوئے ہوگا اور یہی اس کو لائق ہے۔“(سورۃ انشقاق:1،2)

30۔اللہ تعالیٰ بھی خوبصورت انداز میں کی جانے والی تلاوت کو بڑی توجہ سے کان لگا کر سنتے ہیں، جیسے کہ اس حدیثِ مبارکہ میں بھی ارشاد ہے:

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «للهُ أَشَدُّ أَذَنًا إِلَى الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ، مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهِ»

”بلاشبہ اللہ جل شانہ خوش الحان شخص کی تلاوت کو اس قدر توجہ اور انہماک سے سنتے ہیں کہ گانا سننے والا شخص گانے والیوں کو بھی اتنی توجہ سے نہیں سنتا ہوگا۔“ (سنن ابن ماجہ:1/425،رقم 1340... تعلیق محمد فؤاد عبدالباقی: فی الزوائد إسنادہ حسن)

31۔نبی کریم ﷺ کے صحابہ بھی خوش الحان شخص کی تلاوت کو بڑے ذوق وشوق سے سماعت فرمایا کرتے، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

أَبْطَأْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ: «أَيْنَ كُنْتِ؟» قُلْتُ: كُنْتُ أَسْتَمِعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِكَ لَمْ أَسْمَعْ مِثْلَ قِرَاءَتِهِ وَصَوْتِهِ مِنْ أَحَدٍ، قَالَتْ: فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهُ حَتَّى اسْتَمَعَ لَهُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: «هَذَا سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، الْحَمْدُ لِلهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي

مِثْلَ هَذَا»

"میں دورِ نبوی میں، نمازِ عشا کے بعد کچھ تاخیر سے نبی کریم کے پاس پہنچی تو آپ نے پوچھا: کہاں رہ گئیں تھیں تو میں نے کہا: میں آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص کی تلاوت سن رہی تھی، میں نے اس جیسی تلاوت اور آواز پہلے کبھی نہیں سنی۔ سیدہ فرماتی ہیں کہ آپ کھڑے ہوگئے اور میں آپ کے ساتھ کھڑی ہوگئی حتیٰ ہم نے وہ تلاوت سننا شروع کردی۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہیں۔ سب تعریفیں اس ربّ ذوالجلال کے لیے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے۔" (سنن ابن ماجہ: 1338)

32۔خوبصورت تلاوت قرآن کرنے والے صحابہ کرام میں، ایک سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا ذکر ملحقہ حدیث میں گزرا، اسی طرح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، جن سے نبی کریم نے خود تلاوتِ قرآن کی فرمائش کی تھی، اور ان کی تلاوت سننے پر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔ انہی کی تلاوت کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، بَشَّرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ، فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ»

"سیدنا عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ابوبکر وعمر نے انہیں خوشخبری دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں کہا تھا کہ جو قرآن کو اس اصل ڈھنگ (طریقہ اور ہیئت) پر سننا چاہتا ہے جیسے وہ نازل ہوا تھا تو اسے ابن اُمّ عبد (عبد اللہ بن مسعود) کی تلاوت کے مطابق پڑھنا چاہیے۔" (سنن ابن ماجہ: 138)

33۔نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جن کا نام عبد اللہ بن قیس ہے، بھی بہت خوبصورت تلاوتِ قرآن فرمایا کرتے۔ عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان روایت کرتے ہیں:

«إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ أَوِ الْأَشْعَرِيَّ أُعْطِيَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ»

"عبد اللہ بن قیس یا ابو موسیٰ اشعری کو آلِ داود کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے۔" (صحیح مسلم: 235)

اس حدیث کی شرح میں شیخ محمد فواد عبد الباقی لکھتے ہیں:

«أعطي مزمارا من مزامير آل داود» شبه حسن الصوت وحلاوة نغمته بصوت المزمار وداود هو النبي عليه السلام وإليه المنتهى في حسن الصوت بالقراءة والآل في قوله آل داود مُقحَمَة قيل معناه ههنا الشخص كذا في النهاية وقال النووي قال العلماء المراد بالمزمار هنا الصوت الحسن وأصل الزمر الغناء

"آل داود کی بانسریوں ، حسن صوت اور نغمہ کی حلاوت میں بانسری سے تشبیہ دینا مراد ہے۔ داود اللہ کے نبی ہیں، اور آپ خوش الحانی میں حرف آخر ہیں۔ آل داود میں آل کا لفظ زائد ہے۔ کہا گیا کہ اس کا مطلب شخص ہے جیسا کہ النہایۃ میں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علما کہتے ہیں کہ مزمار سے مراد خوبصورت آواز ہے اور زمر کا اصل مطلب نغمگی ہے۔"

34۔نبی کریم ﷺ سیدنا عبداللہ بن مسعود کی طرح ،سیدنا ابو موسیٰ اشعری کی تلاوت بھی ساعت فرماتے، ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ الْبَارِحَةَ، لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ»

"اگر تو مجھے اس حال میں دیکھتا کہ کل رات تیری تلاوت سن رہا تھا (تو تجھے اچھا لگتا)۔ تجھے آل داود کی بانسریوں میں سے ایک بانسری عطا کی گئی ہے۔" (صحیح مسلم: 236)

35۔نبی کریم ﷺ جس طرح صحابہ سے تلاوتِ قرآن سنتے، اسی طرح اپنے صحابہ کو تلاوتِ قرآن سنایا کرتے، تاکہ قرآن سننے اور سنانے سے تذکیر وموعظت حاصل ہو، اور اس طرح صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کا طریقۂ تلاوت پوری طرح محفوظ کرلیں، جیسا کہ انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا اُبی بن کعب سے ارشاد فرمایا:

قَالَ لِأُبَيٍّ: «إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ»، قَالَ: آللهُ سَمَّانِي لَكَ؟ قَالَ: «اللهُ سَمَّاكَ لِي»، قَالَ: فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي

"آپ نے اُبی سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تجھے قرآنِ کریم سناؤں۔ ابی کہنے لگے کہ کیا آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے، آپ نے جواب دیا کہ تیرا نام اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بولا ہے۔ اُبی بن کعب یہ سن کر (خوشی سے) رونے لگے۔" (صحیح مسلم: 245)

اس سے اگلی حدیث میں آتا ہے کہ جس سورہ کو پڑھ کر سنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، وہ سورۃ البینہ لم یکن الذین کفروا تھی۔

خوش الحانی میں آواز کو کھینچنا اور ترجیع کرنا

36۔پیچھے بلند آوازی، رقت، خشیت، سوز، معانی میں غور وتدبر، آیات کو دہرانا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا وغیرہ کی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ خوش الحانی کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا کرتے، ذیل میں اس کی مزید تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «كَانَ يَمُدُّ مَدًّا»

”میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی قراءت کے بارے دریافت کیا تو آپ نے کہا: آپ الفاظ کو لمبا کھینچا کرتے تھے۔“ (صحیح بخاری:5045)

37۔ ایک اور حدیث میں مدّ کی مزید تفصیل ہے:

سُئِلَ أَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: «كَانَتْ مَدًّا»، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾[الفاتحة: 1] يَمُدُّ بِبِسْمِ اللهِ، وَيَمُدُّ بِالرَّحْمَنِ، وَيَمُدُّ بِالرَّحِيمِ

”انس بن مالک سے نبی کریم ﷺ کی قراءت کے بارے پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ آواز کھینچنے کے ساتھ ہوتی تھی۔ پھر انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سنائی کہ بسم اللہ کو کھینچا کرتے، اور الرحمٰن اور الرحیم پر مدّ کیا کرتے۔“ (صحیح بخاری: 5046)

38۔ مد کے علاوہ آپ ﷺ خوش الحانی کے لیے آواز کو دہرایا (ترجیع) بھی کرتے۔ علما نے ترجیع کی وضاحت ترديد الصوت أو هو تحسين الصوت یعنی ”آواز کو دہرانا یا اس میں خوبصورتی کے لیے لہریں پیدا کرنا۔“ سے کی ہے۔

عبداللہ بن مغفّل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ أَوْ جَمَلِهِ، وَهِيَ تَسِيرُ بِهِ، وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الفَتْحِ -أَوْ مِنْ سُورَةِ الفَتْحِ- قِرَاءَةً لَيِّنَةً يَقْرَأُ وَهُوَ يُرَجِّعُ»

”میں نے نبی کریم ﷺ کو آپ کی اونٹنی یا اونٹ پر قرآن پڑھتے سنا۔ اور وہ آپ کو لیے چل رہی تھی۔ آپ سورۃ الفتح یا اس سورت میں سے کچھ پڑھ رہے تھے۔ بڑی پرسوز انداز میں تلاوت کرتے اور اس میں ترجیع فرماتے۔“ (صحیح بخاری:5047)

39۔ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ الله ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَةٍ يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفَتْحِ، وَهُوَ يُرَجِّعُ»

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن دیکھا کہ آپ اونٹنی پر سوار، سورۃ الفتح کی تلاوت کر رہے ہیں اور آپ اس میں ترجیع (دہرانا) کر رہے ہیں۔“ (سنن ابوداؤد:1467)

40۔ یہی حدیثِ مبارکہ صحیح مسلم میں ان الفاظ سے، عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فِي مَسِيرٍ لَهُ سُورَةَ الْفَتْحِ عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَرَجَّعَ فِي قِرَاءَتِهِ» قَالَ مُعَاوِيَةُ: «لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ يَجْتَمِعَ عَلَيَّ النَّاسُ لَحَكَيْتُ لَكُمْ قِرَاءَتَهُ» (صحیح مسلم: 237)

”نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ والے سال، اپنے سفر میں، سورۃ الفتح کو اپنی اونٹنی پر پڑھا۔ اس تلاوت میں آپ نے ترجیع کی۔ سیدنا معاویہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے (اس وقت) لوگوں کے اپنے اوپر جمع ہو جانے (ٹوٹ پڑنے) کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہیں نبی کریم کی وہ قراءت کر کے سناتا۔“

اس حدیث کی شرح میں شیخ فواد عبد الباقی فرماتے ہیں:

«فرجّع في قراءته» قال القاضي: أجمع العلماء على استحباب تحسين الصوت بالقراءة وترتيلها. قال أبو عبيد: والأحاديث الواردة في ذلك محمولة على التحزين والتشويق. قال واختلفوا في القراءة بالألحان. فكرهها مالك والجمهور لخروجها عمّا جاء القرآن له من الخشوع والتفهم، وأباحهم أبو حنيفة وجماعة من السلف. والترجيع ترديد الصوت في الحلق وقد حكى عبد الله بن مغفّل ترجيعه عليه السلام بمدّ الصوت في القراءة نحو آآ آ.

”اپنی قرآت میں ترجیع کی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ علما کا تلاوت و ترتیل قرآن میں آواز کو مزین کرنے پر اجماع ہے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں وارد احادیث پرسوز اور پرشوق کرنے پر محمول ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو خوبصورت الحان سے پڑھنے میں علما کا اختلاف ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور نے ایسی خوش الحانی کو مکروہ قرار دیا ہے جس سے تلاوتِ قرآن کا خشوع اور معانی میں فکر و تدبر متاثر ہو۔

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اسلاف نے بہرحال اس کو مستحب کہا ہے۔ اور ترجیع سے مراد حلق میں آواز کو لوٹانا ہے۔

جیسا کہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی ترجیع کو آواز کھینچنے سے بیان کیا ہے، جیسے آآآ۔“

41۔ ترجیع کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے، جو اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«كُنْتُ أَسْمَعُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَنَا نَائِمَةٌ عَلَى عَرِيشِي وَهُوَ يُصَلِّي يُرَجِّعُ بِالْقُرْآنِ» (شرح معانی الآثار: 1/344، رقم 2024)

”میں نبی کریم ﷺ کی آواز سن رہی تھی کہ آپ وسطِ رات کو تلاوت کر رہے تھے حالانکہ میں اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ آپ نماز میں قرآن کو ترجیع سے پڑھ رہے تھے۔“

☆☆☆



مشہور دینی درسگاہ جامعہ دار السلام ایک چھوٹے سے قریہ میں واقع ہے۔ عمر آباد، لیکن اس کی شہرت چہار دانگ عالم کچھ ایسی ہے کہ لوگ ٹمل ناڈو کے اس گاؤں کے متعلق نہ جانے کیسے کیسے خواب یا خاکے سجا لیتے ہیں، اللہ ہی جانتا ہے، اس درسگاہ کی بنیاد کس خلوص اور جذبہ سے رکھی گئی کہ اس کے فیض یافتگان اور فارغین دنیا کے مختلف حصوں میں اسلامی تعلیمات کی ترویج اور تبلیغ میں مصروف ہیں۔

برطانیہ کے شہر برمنگھم میں سالانہ دو بڑے اجتماعات سردی اور گرمی کے موسم میں منعقد ہوتے ہیں، ان میں نوجوان کثیر تعداد میں حاضر ہو کر، علماء کرام کے خطابات سے مستفید ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل سعودی عرب کے ایک نامی گرامی عالم دین جو میدان علوم قراءت قرآن کے ماہر ہیں اور انہیں اجازۃ الحدیث جمع کرنے کا بہت شوق ہے، اس مقصد کے لیے انہوں نے ہندوپاک

کے علاوہ کئی ممالک کے سفر کئے۔ خصوصاً ہند و پاک میں حدیث کی سند کا وہ طریقہ رائج ہے جو عرب ممالک میں کم ہی پایا جاتا ہے، کہ کونسی حدیث کتنے واسطوں سے ہم تک پہنچ رہی ہے۔

بطور مہمان مقرر شیخ محترم خطاب فرما رہے تھے، ذکر چل رہا تھا علماء ہند کی حدیث کے حوالہ سے خدمات کا، چند علماء کا تذکرہ سعودی مہمان نے اس انداز سے کیا کہ نوجوانوں کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہ ایسی نامور ہستیاں اور اتنی سادہ ان کی زندگیاں۔ دوران خطاب لاہور کے ایک مشہور عالم اور نامور اہل قلم مولانا عزیز زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر چھڑ گیا، جن کی تعلیم کا ایک مرحلہ دہلی میں طے ہوا تھا، مولانا زبیدی مختلف علمی مجلات کی ادارت بھی سنبھالتے رہے، انہوں نے صحیح بخاری کی مختصر شرح عربی زبان میں لکھی، نظر ثانی اور طباعت کے لیے بنارس ارسال کی لیکن مسودہ کہیں غائب ہو گیا۔ مولانا کے ہاں اس کی کوئی کاپی بھی نہیں تھی، یہاں جماعت اہل حدیث برطانیہ کا ایک منصوبہ مشہور کتب حدیث کے لیے حواشی تیار کروانا تھا، کیونکہ یہ کتب دینی درسگاہوں کے نصاب میں مقرر ہوتی ہیں۔ طلبہ اور اساتذہ کے لیے طویل تشریحی کتابوں کے مطالعہ کا وقت نہیں ہوتا، انہیں مختصر جامع حواشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس منصوبے کو مولانا زبیدی نے برمنگھم میں بروئے کار لاتے ہوئے مشہور کتاب سنن ترمذی پر حواشی کا کام شروع کر دیا۔ وہ 1987ء تقریبا 6 ماہ یہاں رہے، لیکن بوجوہ انہیں واپس جانا پڑ گیا۔ واپسی کے بعد وہاں حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا، مولانا کی صحت گرتی چلی گئی اور دوسری طرف منصوبہ کے روح رواں مولانا محمود احمد میرپوری رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث ٹریفک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ اللّٰھُمَّ اغفر لھم أجمعين

ہمارے عرب مہمان مولانا زبیدی سے اجازۃ الحدیث لینے کی غرض سے لاہور پہنچے، ان کے ذاتی حالات بتاتے ہوئے مہمان نے ایک واقعہ کا ذکر کر کے مجلس کو اشکبار کر دیا کہ ہمارے علماء کی اتنی سادہ زندگی یا کمزور معاشی حالت تھی۔ بتایا کہ میرے قیام لاہور کے دوران موصوف کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ صرف ایک دن کا ناغہ کر کے دوسرے دن درس حدیث جاری رکھا۔ شناساؤں نے بھانپ لیا کہ مولانا کی طبیعت سنبھلی نہیں، انہیں دو ایک روز مزید آرام کا موقع ملنا چاہیے۔ لیکن مولانا آرام کے بجائے درس جاری رکھنے پر زور دیتے رہے کہ میں نے ضروری حد تک دوا استعمال کر لی ہے طبیعت سنبھل جائے گی۔ عربی مہمان نے کسی طرح ان کے معالج کا پتہ چلا لیا انہوں نے بتایا کہ مرض کے لیے تجویز کردہ دوائیں کچھ گراں تھیں، مولانا نے صرف ایک خوراک استعمال کی، مزید کے لیے ان کی مالی حالت متحمل نہیں، اور وہ اپنے کسی شاگرد سے اس کا ذکر کر کے خدمت حدیث کا اپنا ثواب کم نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی درس کا ناغہ کرنے پر آمادہ ہیں۔

وما أسئلكم عليه من أجر کے وہ قائل ہیں۔ یہ انبیاء کرام کی سنت رہی ہے کہ وہ اپنی تبلیغی مساعی کا صلہ لوگوں سے نہیں طلب کرتے، حالانکہ اس وقت ہمارے مقرر جو کہ سعودی عرب کے خوشحال شخص تھے، ان کی مالی مدد کرنے پر آمادہ تھے۔ بالآخر کسی حیلے سے مہمان نے شیخ کے لئے دوا کا انتظام کروا دیا، ورنہ مولانا موصوف نہ ان سے کوئی مدد لینا چاہتے تھے اور نہ ہی کسی کے سامنے تذکرہ کرنا پسند کرتے تھے۔ جن ہستیوں سے کسب فیض کی غرض سے سعودی عرب سے لوگ سراغ لگا کر لاہور پہنچیں اور ان کی مالی حالت کچھ ایسی ناقابل بیان، اس کے باوجود مولانا صاحب کا یہ کہنا کہ اگر کوئی علم حدیث کی طلب میں یہاں تک آئے اور میں آرام کرتے ہوئے ناغہ کردوں یہ حدیث اور محبان حدیث کی ناقدری ہو گی، جسے میں گوارہ نہیں کر سکتا۔

مہمان مقرر نے یہ دلچسپ بات بتائی کہ وہ حدیث کی سند عالی کی تلاش میں عمر آباد پہنچے، انہیں اطلاع ملی تھی کہ وہاں ایک بزرگ ہیں، استاذ گرامی قدر مولانا ظہیر الدین اثری رحمانی رحمۃ اللہ علیہ استاذ جامعہ دار السلام ان کی صحیح مسلم کی سند سب سے کم واسطوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی تھی، ویسے اس اہم درسگاہ، میں نامور شیوخ الحدیث مسند تدریس کی زینت بنتے رہے، شیخ الحدیث مولانا محمد گوندلوی پنجابی آزادی سے پہلے علامہ احسان الٰہی ظہیر کے خسر جو بعد میں مدینہ یونیورسٹی میں حدیث کے استاد مقرر ہوئے، مولانا محمد نعمان اعظمی اور مولانا حافظ عبد الواجد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ جو علم وتقوی کی چٹان تھے، ایک مرتبہ ہمارے استاذ محترم مولانا عبدالواجد رحمۃ اللہ علیہ نے دوران تدریس بتایا کہ عرصہ سے معمول ہے، روزانہ ایک پارہ، قیام اللیل میں پڑھتا ہوں اور حساب چاند کی تاریخ کا رکھتا ہوں۔ پہلا پارہ پہلی تاریخ ہم نے مولانا ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سنن ترمذی سمیت کئی کتابیں پڑھیں۔ استاذ محترم کسی کو سند تکلفا یا بطور مروت نہیں دیا کرتے، انہیں کو عطا کرتے جو زانوئے تلمذ طے کر کے کتاب پڑھتے۔ حتی کہ یہی اصول امام و خطیب مسجد نبوی شیخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم کے لئے بھی برقرار رکھا، استاذ محترم جب سفر حرمین پر تشریف لے گئے، مدینہ منورہ میں قیام کے دوران امام صاحب جو مدینہ منورہ کے اپیل کورٹ میں قاضی بھی ہیں، عدلیہ میں یہ اونچا عہدہ سمجھا جاتا ہے، یومیہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر صحیح مسلم پڑھتے رہے، امام القاسم نے ساری کتاب پڑھ کر استاذ گرامی سے سند حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل کر کے اوروں کو یہ پیغام دیا کہ حصول علم کی راہ میں عہدہ، منصب اور دولت رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ یہاں یہ دلچسپ بات بھی سن لیجئے کہ قیام مدینہ منورہ کے دوران شیخ القاسم جب استاذ موصوف کی قیام گاہ چلتے ہوئے پہنچے، دیکھا کہ استاذ محترم ایک عام سے ہوٹل میں فروکش تھے، امام القاسم نے استاذ محترم۔ کے لیے ایک عمدہ ہوٹل میں پورا سوٹ بک کروا کر استاذ محترم کو وہاں منتقل کیا، لیکن استاذ گرامی اس عالی شان ہوٹل کے اس قیمتی کمرہ کے قیام کو پسند نہ کرتے ہوئے عام رہائش کو ترجیح دیتے رہے۔ قدر شناس ہو نہار شاگرد نے سوچا کہ شاید اس سے بہتر رہائش گاہ کی ضرورت ہے۔

استاذ محترم نے ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا معیار کچھ زیادہ ہی اونچا ہے، مجھ عمر آباد سے آنے والے دیہاتی کے لیے عام سی رہائش ہی مناسب ہے، بالآخر اس بات پر دونوں استاد اور شاگرد کا اتفاق ہو گیا کہ رہیں گے اسی ہوٹل ہیں۔ البتہ خاص سوٹ کے بجائے عام کمرہ میں قیام کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی رنگینیوں کو ٹھکرایا اور پھر دنیا رینگتی ہوئی ان کے قدموں میں آگری، شیخ القاسم نے بتایا کہ مدینہ منورہ میں مولانائے محترم کے درس کا سلسلہ جاری تھا، ریاض سے امام موصوف کو شاہی دعوت موصول ہوئی، اس میں شرکت کا مطلب درس میں دو دن کا ناغہ تھا، قدر دان علم وعلماء شیخ القاسم نے دعوت شاہی پر معذرت کر کے استاذ محترم کی صحبت کو ترجیح دی۔

أولئك أبائي فجئني بمثلهم

عمر آباد کی شہرت کی بنیادی وجہ اس میں واقع درسگاہ، جامعہ دار السلام ہے۔ حصول علم کی غرض سے کئی متلاشیان علم اس کا رخ کرتے رہے ہیں، ہمارے دور طالب علمی میں مالدیپ، منکوئی، سری لنکا، نیپال، ملیشیا، اور فیجی کے طلبہ بھی زیر تعلیم تھے، لیکن حالات کی ستم گری کہ حکومتی قوانین میں شدت ایسی اختیار کی گئی کہ بیرون ہند کے طلبہ کے لیے داخلہ محال کر دیا گیا، ورنہ جامعہ کی کیفیت یہ ہے کہ

”دل کشادہ ہے میرا گاؤں کے آنگن کی طرح“

ہمارے سعودی مہمان نے عمر آباد کے متعلق دو باتیں بیان کیں، عموماً موصوف پانچ ستارہ ہوٹل میں قیام کرتے ہیں، یہ جب عمر آباد کے لیے روانہ ہوئے ان کا خیال اس عالمی شہرت یافتہ بستی کے متعلق شاید یہی تھا کہ وہاں پہنچ کر کے فائیو اسٹار ہوٹل میں کمرہ لے لیں گے، ان کے ذہن میں رہا ہو گا کہ یہ مدراس اور بنگلور سے ملتا جلتا شہر ہو گا، ویسے بھی یہ دونوں شہروں کے درمیان ہی واقع ہے۔ لیکن جب وہ عمر آباد پہنچ گئے، خوشگوار حیرت میں پڑ گئے کہ اتنی مشہور بستی اور یہی پانچ گلیوں کا شہر ہے، عمر آباد پہاڑوں کے دامن میں پانچ گلیوں پر مشتمل ایک گاؤں ہے، تین میں مسلم آبادی اور دو میں ھند و آبادی ہے۔ ایک جامع مسجد اور ایک چھوٹی سی مندر۔ چند دیہاتی طرز کی دوکانیں، اور پانچ ہی چائے خانے تھے، ہمارے دور میں۔ ان میں عبدالصمد بھائی کی چائے کی بہت شہرت تھی۔ اساتذہ اور طلبہ کی اکثریت ان کے ہاں سے چائے نوشی کو ترجیح دیا کرتے کیونکہ وہ گاہک کے ذوق کا لحاظ کرتے ہوئے چائے بناتے، ان کے چائے خانہ جس کو مقامی طور پر صمد بھائی کی ہوٹل کہا جاتا، اس کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بینچ سی پڑی ہوتی جسے اس پر بیٹھنے کی جگہ مل جائے وہ اس پر براجمان ہوتا ورنہ کہیں کنارہ ہی کھڑے کھڑے چائے نوشی کر لیتا، یہ معیار تھا اس وقت وہاں کی فائیو اسٹار کا، ہمارے مہمان جب عمر آباد پہنچے، انہیں وہاں صرف ایک ہی فائیو اسٹار ہوٹل دکھائی دی، جامعہ دارالسلام کا مہمان خانہ، بھلا کسی فائیو یا سیون اسٹار میں وہ روحانی سکون میسر آسکتا ہے جو دارالسلام کی چھاؤں میں مل سکتا ہے، یہاں پہنچ کر نہ کوئی امیر اور نہ ہی غریب، نہ ان کے درمیان کوئی امتیاز باقی رہتا ہے، متمول اور غریب ترین گھرانوں کے طلبہ کے لیے قیام وطعام، پڑھنا اور کھیلنا کچھ ایسے اکٹھے ہوتا کہ بظاہر کسی کی خوشحالی یا درماندگی پر پردہ

پڑا رہتا، تا وقتیکہ ساتھیوں کی بے تکلفانہ محفلوں میں وہ خود ہی نقاب کشائی نہ کر دے۔ رہا درسگاہ میں یہاں تو سیکھنے سکھانے کے سب کو برابر کے مواقع ہوتے، جو اس میدان میں سبقت لے جائے بازی اسی کی، ہم سے کافی سینئر ایک طالب علم تھے جن کی صلاحیتوں کی بنیاد پر انہیں طلبہ کی بڑی انجمن کا صدر بنایا گیا تھا، جس جمعرات ان کی صدارت کی باری ہوتی وہ اپنے ایک ہم سبق ساتھی کے کپڑے زیب تن کر لیا کرتے، کیونکہ ان کا ذاتی لباس کچھ ایسا نہیں ہوتا کہ اس حالت میں صدارت کریں، لیکن یہ اتنے خاموشی سے ہوتا کہ چند قریبی دوستوں کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی کی مالی تنگدستی اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔ دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجئے کہ کچھ طلبہ ایسے بھی ہوتے کہ وہ اپنے کپڑے ذاتی خرچ پر نہیں دھلوا پاتے اور نہ ہی بالوں کی اصلاح کروا سکتے۔ جامعہ کی جانب سے دھوبی اور نائی کی سہولتیں مفت دستیاب تھیں۔ اور علاج معالجہ کی ضروریات کے لیے حکیم و مربی مولانا عبدالسبحان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب تھا، جن کی تجویز کردہ دواؤں میں مسیحائی اثر ہوتا۔ مولانا اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب جسمانی علاج کے ساتھ روحانی تربیت کا مرکز بھی تھا۔ طلبہ کو اذکار اور نوافل کے اہتمام کی خصوصی ترغیب دیا کرتے، کسی طالب علم کی کوتاہی پر تنبیہ فرماتے ، اس مطب میں ایک سفوف ملتا جسے عرف عام میں طلبہ جادو کی پڑیا کہا کرتے، موسمی اثرات نزلہ، زکام: بخار وغیرہ کے لیے یہ دوا اکسیر تھی۔ دو ایک خوراک میں ہی مرض رفو چکر ہو جاتا، نہیں معلوم کہ دوا دینے والوں کی کرامت تھی یا خلوص یا پھر دوا کی اپنی تاثیر۔

ہمارے انگریزی کے استاذ محترم ٹی محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ دار السلام واقعی سکون اور سلامتی کی جگہ ہے، جمعرات، جمعہ چھٹیوں میں گھر جاتا ہوں تو واپسی تک بے چینی سی رہتی ہے، یہاں پہنچ کر ہی قرار آتا ہے، یعنی اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہ سکون نہیں ملتا جو دار السلام کی چھاؤں میں میسر آتا ہے۔

یہ باتیں اپنے بچوں کو بھی سمجھانا یہاں آسان نہیں، جہاں ناشتہ سے لے کر رات کے کھانے کی تیاری سے پہلے ان کی فرمائش دریافت کی جاتی ہے۔ بہر حال جامعہ کے دامن میں اتنی وسعت تھی اور ہے کہ ہمارے سعودی مہمان نے وہاں اطمینان سے پڑاؤ ڈالا، عمر آباد کے متعلق مہمان موصوف نے بڑی دلچسپ بات بتائی، مجھے حیرت ہوئی کہ یہ ایسا گاؤں ہے کہ یہاں بازار میں دہی بھی نہیں ملتا، عرب حضرات کے معدے مقامی کھانوں خصوصاً مرچ مصالحوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے وہ چاہتے تھے کہ غذا ہلکی اور سادہ ہو تا کہ مختصر قیام میں پوری توجہ پڑھنے پڑھانے پر مرکوز رہ سکے، دریافت کرنے پر مہمان کو بتایا گیا اس کے لیے انہیں آٹھ کلو میٹر دوسرے ٹاؤن جانا ہوگا، وہاں کے بازار میں یہ نعمت مل سکتی ہے، انہیں آمبور کا نام تو یاد نہیں تھا لیکن مسافت اور بڑے بازار سے اندازہ ہوا کہ کسی نے بتایا ہوگا کہ گھی اور دہی کی تلاش میں آپ کو آمبور جانا ہوگا۔ عمر آباد سے نسبتاً قریبی بڑا ٹاؤن یہی ہے ،اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ جامعہ کے جشن طلائی منعقد 1977ء کی مناسبت سے پیش آیا، اس موقع پر عالم اسلام کی عظیم اور نامور ہستیاں جمع ہوئی تھیں، ان کے لیے آمد و رفت اور رہائش کے شایان شان انتظامات کئے گئے تھے۔ انتظامات کی براہ راست نگرانی محترم کاکا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اور محترم مولانا کاکا سعید احمد کر رہے تھے ۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نظر رکھے ہوئے تھے ۔ کاکا عمر رحمۃ اللہ علیہ کی دور اندیشی اور انتظامی صلاحیتیں ضرب المثل تھیں۔ عمر آباد جہاں شہری سہولتوں کا فقدان ہو، معززین کی رہائش کا مناسب بندوبست کسی چیلنج سے کم نہیں، لیکن دونوں برادران نے اس مسئلہ کو یوں حل کیا کہ کسی کمی کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ لیکن کیا کہیئے کہ اس وقت بھی کچھ معززین عمر آباد کی شہرت سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے، منتظمین کو اپنی آمد کی پیشگی اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا- مصر سے ایک نامی گرامی مہمان مدراس ائیر پورٹ پہنچے، شاید ذہن میں رہا ہو گا کہ عمر آباد ہوائی اڈا سے متصل ہی ہو گا۔ بذریعہ ٹیکسی پہنچ جائیں گے ۔ جب ہوائی اڈہ کے باہر تشریف لائے حسن اتفاق نیو کالج مدراس کے ایک طالب علم سے آمنا سامنا ہوا، مہمان نے اپنا مدعا بیان کیا تو ہونہار طالب علم خطرہ بھانپ گیا، اسے عمر آباد کے جشن طلائی کی اطلاع تھی ، اس نے از راہ ہمدردی مہمان کو متعلقہ پبلک بس میں سوار کروادیا، تقریباً6، 7 گھنٹوں کے پر مشقت سفر کے بعد جب عمر آباد پہنچے تو استاذ گرامی مولانا حفیظ الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول سب سے پہلے کچھ کھانا طلب کیا اور آرام کی جگہ۔ نہ جانے وہ کب کے کھائے ہوئے تھے۔ جیب میں ھندوستانی سکے بھی نہیں تھے کہ راستہ میں شکم سیری کر لیتے ۔اس پر منتظمین اجلاس بھی پریشان اور مہمان گرامی بھی نادم ہو رہے تھے کہ عمر آباد کے متعلق انہوں نے خواہ مخواہ بڑے شہر کا خواب سجا لیا تھا کہ ائیر پورٹ سے باہر نکلتے ہی کچھ دیر میں عمر آباد پہنچ جائیں گے ،لہذا پیشگی اطلاع کے ذریعہ منتظمین کو کیوں زحمت دی جائے۔

مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کی سیاسی اور صحافتی تاریخ کا بڑا نام ہے۔ انگریزی زبان پر انہیں اتنا عبور تھا کہ ان کے پرچہ کا مریڈ کے نئے شمارہ کا اعلی انگریزی طبقہ کو انتظار رہتا تھا، اس صلاحیت کا سراغ لگانے کے لیے کسی نے دریافت کیا کہ انگریزی کہاں سیکھی ، مولانا جوہر نے ظریفانہ جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک دیہات میں۔ اگر آکسفور اور کیمبرج سے مشہور یونیورسٹیوں کو نکال دیا جائے تو یہ علاقے اب بھی گاؤں ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا نے آکسفورڈ کے بجائے دیہات کہہ کر مخاطب کو مزید پریشان کر دیا، اگر جامعہ دار السلام کو حذف کر دیا جائے تو عمر آباد ایک عام سا گاؤں ہی باقی رہ جائے گا اور جامعہ کے ساتھ اس کی حیثیت عالمی قریہ جیسی ہو گی، جس کی روشنی ایک جہاں کو منور کر رہی ہے، اس سے بلند ہونے والی صدائے اعتدال آج ہر انصاف پسند دانشور کا نعرہ بن چکی ہے۔ دعا ہے کہ یہ چراغ یوں ہی جلتا رہے۔



شرک کی تعریف

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت یا عبادات اور اسماء وصفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے۔

شرک ربوبیت

اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں یکتا نہ ماننا یعنی اللہ کے سوا کسی اور کو بھی حاجت روا یا مشکل کشا ماننا۔ (مثلاً: اولاد دینا، رزق دینا، شفاء دینا وغیرہ)

شرک الوہیت

جملہ عبادات میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا نہ ماننا، یعنی کسی اور کو بھی اللہ کی عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانا۔ (مثلاً: دعاء، ذبح، نذر دینا وغیرہ)

شرک اسماء وصفات

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کسی کو شریک کرنا۔ (مثلاً: الرزاق، الرحیم، الوہاب وغیرہ)

شرک کے بعض خاص خاص اسباب

1۔ رحمت الٰہی سے ناامیدی

شیطان کا انسان کے دل میں یہ عقیدہ بٹھا دینا کہ تم گنہگار ہو۔ براہِ راست اللہ کو نہیں پکار سکتے۔ لہٰذا اولیاء وصالحین کو بطور وسیلہ، دعا میں استعمال کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

"(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بالیقین اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔" (سورۃ الزمر:53)

2۔ شفاعت ووسیلے کے عقیدے کے تعلق سے گمراہی

انبیاء وصالحین اس دنیا میں شفاعت نہیں کرسکتے اور قیامت کے دن وہ صرف موحدوں کی سفارش بھی اللہ کی اجازت سے ہی کرسکیں گے جیسا کہ قرآن شریف میں آیت الکرسی میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (سورۃ البقرۃ:255)

"کون ہے جو اس (اللہ) کی اجازت کے بغیر اس (اللہ) کے سامنے شفاعت کرسکے۔"

3۔ غلو

انبیاء وصالحین کی شان بڑھا چڑھا کر بیان کرنا، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے مرتبہ کے بارے میں فرمایا: مجھے میرے مرتبہ میں بڑھا چڑھا کر غلو نہ کرنا، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو بس ایک بندہ ہی ہوں۔ پس مجھے اللہ کا بندہ اور رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کہنا۔ (صحیح بخاری:3445)

4۔ تعصب اور آباء واجداد پرستی

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں اس طرح فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ﴾

"اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ داداوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گمراہ ہوں۔" (سورۃ البقرۃ:170)

شرک کی قباحت کے بارے میں چند آیات قرآنی:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (سورۃ لقمان:13)

"بیشک شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔"

(2) ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"اور اگر وہ لوگ (انبیاء کرام بھی بالفرض والمحال) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔" (سورۃ الانعام:88)

(3) ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورۃ الزمر:65)

"اے پیغمبر (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)! اگر (بالفرض) آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے سارے عمل برباد ہو جائیں گے۔"

حالانکہ پیغمبروں سے شرک کا صدور ممکن نہیں۔ مقصد اُمت کو شرک کی خطرناکی اور ہلاکت خیزی سے آگاہ کرنا ہے۔)

شرک کی برائی کے بارے میں چند احادیث مبارکہ

1۔ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"جو شرک کی حالت میں اللہ کے سامنے آیا وہ جہنم میں داخل ہو گا۔" (صحیح مسلم:270)

2۔ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"جسے اس حالت میں موت آگئی کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارتا تھا تو وہ آگ میں داخل ہو گا۔

(صحیح بخاری:1238 صحیح مسلم:268)

شرک کی تاریخ اور اس کی حقیقت

(1)قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾(سورة نوح:23)

"اور قوم نوح نے کہا کہ ہر گز بھی اپنے معبودات کو نہ چھوڑنا، نہ وَد کو، نہ سواع کو، نہ یغوث کو، نہ یعوق کو، اور نہ نسر کو۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

یہ پانچ افراد قومِ نوح کے اولیاء وصالحین تھے جن کی وفات پر شیطان نے ان کی قوم کو گمراہ کرتے ہوئے کہا ان کی یاد گار کیلئے تصاویر بنالو۔ پھر جب وہ نسل گزر گئی اور علم جاتا رہا تو شیطان نے لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کیا کہ تمہارے باپ دادا ان قبروں اور تصاویر کی عبادت کیا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ان کی پوجا شروع کردی۔(صحیح بخاری، تفسیر سورۃ نوح ،الرقم:4920)

کیا مسلمان شرک کر سکتا ہے؟

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾

"ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہی رہتے ہیں۔"(سورۃ یوسف:106)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دن رات ختم نہیں ہونگے (یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی) جب تک (عرب میں) لات اور عزیٰ پھر نہ پوجے جائیں۔"(صحیح مسلم:2908)

اس سے پتا چلا کہ مسلمان بھی مشرک ہو سکتا ہے۔

شرک اکبر کی بعض اہم صورتیں:

1۔ غیر اللہ سے دعا کرنا

اللہ کو کسی مخلوق کے وسیلے وواسطے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے براہِ راست پکارنا اور دعا کرنی چاہیئے، قرآن میں ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾ (سورۃ البقرۃ:186)

"جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ (ﷺ) کہہ دیں کہ میں بہت قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔"

2۔ غیر اللہ کیلئے رکوع و سجود کرنا

رکوع و سجدہ اللہ ہی کو کرنا چاہیئے ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ﴾(سورۃ النجم:62)

"پس تم اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔"

3۔ غیر اللہ کیلئے تعظیمی قیام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے باادب کھڑے رہیں تو اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"(ترمذی:2755)

4۔ غیر اللہ کے لئے نذرونیاز

آج کل غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز بہت ہورہی ہے جیسا کہ محرم میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی حلیم بنائی جاتی ہے، رجب میں سیدنا جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر کونڈوں کی نیاز کی جاتی ہے وغیر وغیرہ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ﴾(سورۃ الحج:29)

"اور (اللہ تعالیٰ کیلئے) اپنی نذریں پوری کریں۔"

5۔ غیر اللہ کیلئے اعتکاف

اعتکاف صرف مساجد میں اللہ کیلئے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾(سورۃ البقرۃ:125)

"ہم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھو۔"

(6) غیر اللہ کیلئے قربانی

اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾(سورۃ الکوثر:2)

"پس تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اللہ کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرے۔" (صحیح مسلم:1979)

7۔ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا

آج کل زیادہ تر لوگ اگر کسی مشکل میں آجائیں تو ایک دم کہہ دیتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ مدد" یا" علی مدد" جبکہ ہم سب نماز میں اللہ سے یہ وعدہ کرتے ہیں:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ (سورۃ الفاتحہ:4)

"اور ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔" (جامع ترمذی:2156)

8۔ غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا:

پناہ صرف اللہ کی مانگنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾(سورۃ الناس:1)

"(اے محمد ﷺ) کہو میں پناہ طلب کرتا ہوں لوگوں کے رب کی۔"

9۔ غیر اللہ کا خوف

شیطان اس وسوسے میں ڈالتا ہے کہ کفار بڑے طاقتور ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

"اور تم ان (کافروں) سے خوف نہ کھاؤ بلکہ صرف میرا ہی خوف رکھو اگر تم مومن ہو۔"(سورۃ آل عمران:175)

10۔ غیر اللہ سے امید

جن اولیاء وصالحین یا قبر والوں سے مدد کی امید رکھی جاتی ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾(سورۃ بنی اسرائیل:57)

"جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اوراس کے عذاب سے خوفزدہ ہیں۔"

11۔ غیر اللہ پر توکل

جیسا کہ آج کل گاڑیوں میں کپڑے کی کالی پٹی پراندے وغیرہ حادثات سے بچنے کیلئے لگائے جاتے ہیں جبکہ توکل صرف اللہ پر ہی ہوناچاہئے ،اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

"اور اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔"(سورۃ المائدہ:23)

12۔ غیر اللہ سے فریاد کرنا:

فریاد صرف اللہ سے کرنی چاہئے جیسا کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے گڑگڑا کر اللہ سے فتح کیلئے فریاد کی تو اللہ نے فرمایا:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾

(سورۃ الانفال:9)

"جب تم اپنے رب سے فریادیں کررہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی۔"

13۔ مخصوص مقامات کو متبرک سمجھنا

حدیث میں ہے کہ

"بعض نو مسلم صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے بطور تبرک ایک بیری کا درخت مقرر کرنے کو کہا کیونکہ وہاں کے لوگ (جہاں سے صحابہ گزر کر حدیبیہ جارہے تھے) بھی بطورِ تبرک اپنے ہتھیار ایک بیری کے درخت پر لٹکاتے تھے تو آپ ﷺ نے اس مطالبے کو شرک قرار دیا۔"(جامع ترمذی:2180)

☆☆☆

دار ورسن

دنیا سے حق پرست جو بیزار ہو گئے — اللہ کی رضا کے طلب گار ہو گئے
مشتاق جلوۂ رسن و دار ہو گئے — جو اپنا سر کٹانے کو تیار ہو گئے
غیروں کے جور وظلم کا کیا کیجیے گلہ — اپنے ہی جب کہ در پئے آزار ہو گئے
بے قدریٔ ہنر ہے تو محسن کشی بھی ہے — کیسے یہ اپنی قوم کے ہنجار ہو گئے
ڈوبے ہوئے جو رہتے ہیں فسق وفجور میں — وہ اقتدار پا کے جفاکار ہو گئے
باہم ستیزہ کار ونبرد آزما ابھی — ظلماتِ جہل وکفر سے انوار ہو گئے
جو سوچتے رہے تو وہ ساحل پہ رہ گئے — منجدھار میں جو کود پڑے پار ہو گئے
میدان جنگ سے وہ کبھی ہٹ نہیں سکے — سر پر کفن جو باندھ کے تیار ہو گئے
اللہ کے باغیوں کا یہ ہوتا رہا ہے حشر — خوار وذلیل برسرِ بازار ہو گئے
یا رب یہ کیا غضب ہے کہ مجرم ہیں بے گناہ — اور بے گناہ جو تھے گناہگار ہو گئے
پروردگار! ملت بیضا کی لاج رکھ — اغیار پھر سے برسرِ پیکار ہو گئے
اصحاب حق جو دار پہ چڑھ کر بتا گئے — حماد پھر سے فاش وہ اسرار ہو گئے

ابوالبیان حماد

تاریخ

رجب کے اہم واقعات

پروفیسر محمد شفیق کوکب

رجب اسلامی تقویم کے ساتویں مہینے کا نام ہے۔ یہ مہینہ اَشہرِ حرم میں سے ہے۔ اسی مہینہ میں عمرہ ادا کیا جاتا تھا جو ظہورِ اسلام سے پہلے حج کے ان لازمی ارکان میں سے تھا جو مکہ معظمہ سے متعلق تھے، اسی لئے اسے خدائی امن کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور اسی بنا پر ممنوع جنگ کو، جو رجب کے مہینے میں لڑی گئی تھی اور جس میں آنحضرت ﷺ نے باختلاف چودہ یا بیس برس کی عمر میں شرکت فرمائی تھی، حرب الفجار کہتے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ :10/193)

قرآن کریم میں صرف حرمت والے مہینوں کا ذکر اس طرح ہے:

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ:194)

"حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے میں اور حرمتیں ایک دوسرے کا بدلہ ہوتی ہیں۔ پس جو تم پر زیادتی کرے، تم اس پر زیادتی کرو اتنا ہی جتنا تم پر زیادتی کی، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔"

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ (سورۃ التوبہ:36)

"جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اسی دن سے اللہ کے نزدیک اسی کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کردی، اور ان کے نام بھی رکھ دیئے اور ان مہینوں کے احکام بھی بیان کردیئے جن کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں آیا ہے۔ ان میں سے ایک خاص حکم سال کے چار مہینوں (رجب، ذوالقعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام) کو خاص اہمیت دی۔ ان کا احترام لازم قرار دیا اور ان میں جنگ کو حرام کردیا، لیکن زمانہ جاہلیت میں عربوں نے اس حکم کا لحاظ نہیں کیا اور اپنی خواہش کے مطابق مہینوں کو آگے پیچھے کرنا شروع کردیا۔ (تیسیر الرحمن لبیان الرحمن از ڈاکٹر لقمان سلفی: ص565)

رجب نے اسلام میں شب معراج کی وجہ سے، جب آنحضرت ﷺ آسمانوں کی سیر کو تشریف لے گئے تھے اور جس کی تاریخ وقوع 27 رجب قرار دی جاتی ہے، زیادہ اہمیت حاصل کرلی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ:10/194)

اسی اہمیت کے پیش نظر رجب میں پیش آمدہ اہم واقعات بیان کئے جاتے ہیں:

غزوات و سرایا

سریہ عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ (سریہ نخلہ رجب 2 ہجری)

ماہ رجب سنہ 2 ہجری میں اس مہم پر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بارہ مہاجرین کا ایک دستہ بطن نخلہ کی طرف روانہ فرمایا ہر دو آدمیوں کے لیے ایک اونٹ تھا جس پر باری باری دونوں سوار ہوتے تھے۔ (طبقات ابن سعد:2/10) اس عسکری مہم کے لئے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا تھا اور انہیں حکم تھا کہ وہ اسے 2 دن کی مسافت طے کرنے سے قبل نہ دیکھیں۔ چنانچہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینے سے دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد اس ہدایت نامے کو کھولا اور اس میں تحریر کردہ ہدایت نامہ اپنے ماتحت مجاہدین کو سنا کر ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر ان پر کسی کو اعتراض ہو تو وہ بلا تکلف واپس چلا جائے۔ تاہم تمام مجاہدین نے نبی کریم ﷺ کے ہدایت نامے پر برضا و رغبت عمل کرنے کا اقرار کیا اور پھر یہ قافلہ آگے سفر کے لئے چل پڑا۔ یہ عسکری دستہ حجاز میں آگے چل کر سطح مرتفع تک جا پہنچا جو بحران کہلاتا ہے۔ یہاں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کا اونٹ بھٹک کر کسی طرف نکل گیا جس کی تلاش کی بنا پر یہ دونوں دوسرے مجاہدین سے پیچھے رہ گئے جبکہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نخلہ پہنچ گئے اور وہیں ٹھہر گئے۔ اسی دوران اتفاقاً قریش کا ایک قافلہ جس میں عمرو بن حضرمی بھی شامل تھا نخلہ کے قریب سے گزر رہا تھا۔

مجاہدین نے قافلہ کو دیکھا تو تعاقب کرتے ہوئے اس کے قریب جا پہنچے سب سے پہلے اس قافلہ کے سامنے عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ پہنچے جن کا سر منڈا ہوا تھا اور وہ صورت سے بڑے ہی دہشت ناک لگ رہے تھے۔ چنانچہ اس قافلہ میں شامل تمام لوگوں نے انہیں دیکھتے ہی ہتھیار ڈال دیئے۔ واقد بن عبداللہ نے تیر چلا کر عمرو بن حضرمی کو قتل کردیا، عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کرلیا۔

جب یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قریش کے قافلے کے قیدیوں اور مالِ غنیمت لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں نے تمہیں ماہ حرام میں جدال و قتال سے منع نہیں کیا تھا۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا کہ قیدیوں سے کوئی چیز نہ لی جائے اور جو کچھ لیا گیا وہ واپس کر دیا جائے۔ (البدایۃ والنھایۃ، مترجم 3:257،256)

☆ سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (وادی القریٰ کی جانب رجب 6 ہجری)

رجب 6 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں وادی القریٰ کی جانب ان کو روانہ فرمایا: (طبقات ابن سعد: 2/89)

سریہ الخبط زیر قیادت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ (رجب 8 ہجری)

رجب 8 ہجری میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ جہینہ قبیلے کی طرف بھیجا جو القبلیۃ کی جانب روانہ فرمایا جو ساحل سمندر سے بالکل متصل ہے۔ اس لشکر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے۔ راستے میں سخت بھوک کی وجہ سے ان لوگوں نے درخت کے پتے کھائے۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹ خریدے اور ان لوگوں کے لئے ذبح کئے، اس میں مجاہدین کو جنگ کی نوبت نہ آنے کی وجہ سے واپس آگئے اور یہ وہ سریہ ہے جس میں سمندر نے ان کے لئے بہت بڑی مچھلی پھینک دی جو وہ کئی دنوں تک کھاتے رہے۔ (طبقات ابن سعد: 2/132)

غزوہ تبوک (رجب 9 ہجری)

رجب 9 ہجری میں نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ شام میں رومیوں نے کثیر مجمع جمع کیا ہے اور ہرقل اپنے ساتھ بہت سے قبائل کو بھی لایا ہے۔

اِدھر رسول اللہ ﷺ کو ان کی تیاری کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو نکلنے کی منادی کرائی اور اعلان فرمایا، تاکہ لوگ مکمل تیاری کر لیں، کیونکہ سخت گرمی کا موسم تھا۔ لمبا سفر تھا، لوگ تنگی اور قحط سے دوچار تھے۔ (طبقات ابن سعد: 2/165)

رسول اللہ ﷺ نے اہل ثروت و تنگ دستوں سب کو جہاد کی تیاری کے لیے ترغیب دی اور ان کے لیے جو بھی ممکن ہوا وہ لے آئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان پیش کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آدھا سامان پیش کیا اور جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پالان اور کجاوے سمیت تین سو اونٹ پیش کر دیئے۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ "آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہو گا۔" (مسند احمد: 5/53، جامع ترمذی: 3699، الرحیق المختوم، ص 433)

کچھ منافق لوگ آئے جو رسول اللہ ﷺ سے بغیر کسی سبب کے پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کا امیر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور مدینہ میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ آپ ﷺ روانہ ہوئے تو عبداللہ بن اُبی اور جو اس کے ہمراہ تھا، پیچھے رہ گیا، جن میں سے چند مسلمان بھی تھے جو بغیر کسی شک و شبہ کے پیچھے رہ گئے تھے ان میں کعب بن مالک، ہلال بن ربیع، مرارہ بن الربیع، ابوخیثمہ السالمی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

تیس ہزار لشکر اور دس ہزار گھوڑوں کے ہمراہ آپ ﷺ تبوک آئے اور وہاں بیس روز قیام فرمایا۔ ابوخیثمہ السالمی رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وہیں پر آپ ﷺ سے ملے۔ ہرقل اس وقت حمص میں تھا، رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر بن عبدالمالک کی جانب رجب 9 ہجری میں چار سو بیس آدمیوں کے ہمراہ روانہ فرمایا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر نے ان پر حملہ کر کے اکیدر کو قید کر لیا، لیکن اس کا بھائی لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کو اس شرط پر پناہ دی کہ وہ دومۃ الجندل آپ کو دے دے گا۔ خالد رضی اللہ عنہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو دوسرے جانور چار سو نیزے پر صلح کر لی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا مخصوص حصہ نکالا اور بقیہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا کہ ہر شخص کو پانچ پانچ حصہ ملے۔ (طبقات ابن سعد: 2/166)

متفرقات

وفد مزنیہ (رجب 5 ہجری)

قبیلہ مُضر کا سب سے پہلا وفد جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ مزنیہ کے چار سو افراد پر مشتمل تھا جو رجب 5 ہجری کو نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکانوں میں رہنے ہی کو ہجرت قرار دیا کہ تم لوگ جہاں رہو مہاجر ہو، لہٰذا تم لوگ اپنے مال و متاع کی جانب واپس ہو جاؤ اور وہ لوگ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد: 1/291)

وفد سعد بن بکر (رجب 5 ہجری)

بنی سعد بن بکر نے رجب 5 ہجری میں ضمام بن ثعلبہ کو جو بہت زیادہ بال اور زلفوں والے تھے بطور وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے سوال کیا اور سوال کرنے میں بہت سختی کی۔ پوچھا کہ آپ کو کس نے رسول بنایا اور کن امور کا رسول بنایا؟ اور آپ ﷺ سے شرائع اسلام بھی دریافت کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں تمام اُمور کا جواب دیا۔ وہ ایسے مسلمان ہو کر اپنی قوم کی جانب واپس گئے کہ بتوں کو اکھاڑ پھینکا، لوگوں کو ان اُمور سے آگاہ کیا جس کا آپ ﷺ نے حکم دیا تھا یا منع کیا تھا۔ اسی روز شام نہ ہونے پائی تھی کہ تمام عورت و مرد مسلمان ہو گئے ان لوگوں نے مساجد تعمیر کیں اور نمازوں کی اذانیں کہیں۔ (طبقات ابن سعد: 1/299)

ہجرت حبشہ اولیٰ (رجب 5 نبوت)

مسلمانوں پر مشرکین کے مظالم کی انتہا ہو گئی تو ان مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ کی جانب بعثت نبوی کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں ہجرت کی۔ ہجرت کرنے والوں میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مسلمان مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے کسی طرح نجات نہیں پاسکتے اور ان کی حفاظت میں آپ ﷺ کے چچا ابوطالب بھی بے بس ہوچکے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا، کیونکہ وہاں کا حکمران انصاف پسند تھا اور مسلمان وہاں محفوظ رہ سکتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ:3/98)

قریش کو ان کے بھاگنے کا پتہ چلا تو غصے سے پھٹ پڑے، فوراً آدمی دوڑائے کہ انہیں پکڑ کر مکہ لایا جائے اور انہیں سخت سزا دی جائے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا دین چھوڑ دیں، لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے مسلمان سمندر میں دور جاچکے تھے، لہٰذا یہ لوگ ساحل تک جاکر ناکام واپس آگئے۔ (زاد المعاد:1/24)

واقعہ اسراء ومعراج (رجب 5/ ہجری)

'اسراء' سے مراد نبی کریم ﷺ کا راتوں رات مکہ سے بیت المقدس تشریف لے جانا اور 'معراج' سے مراد عالم بالا تشریف لے جانا ہے۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (بنی اسرائیل:1)

"پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔"

اسراء اور معراج کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ ایک قول ہے جس سال آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، اسی سال یہ واقعہ پیش آیا۔ ایک قول ہے کہ 27 رجب سنہ 10 نبوت ہے۔ جو لوگ واقعہ معراج کو ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ سے منسوب کرتے ہیں وہ اس شعر کو بنیاد بناتے ہیں۔

لیلۃ الجمعۃ عُرجُب بالنبی
لیلۃ الجمعۃ اوّل رجب

(البدایۃ النھایۃ:3/136)

"شب جمعہ نبی کریم ﷺ کی معراج کی رات ہے۔ وہ رات ماہ رجب کی اوّل شب جمعہ ہے۔"

واقعہ معراج کی تفصیل سے متعلق صحیح روایات کا خلاصہ پیش نظر ہے:

سیدنا جبرائیل علیہ السلام براق لے کر تشریف لائے یہ خچر سے چھوٹا ایک جانور ہے جو اپنا کھر اپنی نگاہ کے آخری مقام پر رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ مسجد حرام سے اس جانور پر سوار ہوئے۔ اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بیت المقدس تشریف لائے۔ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے دو رکعت نماز پڑھی اور انبیاء کی امامت کرائی پھر جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تین برتن لائے ایک شراب، دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا تھا۔ (مسند أحمد:4/208) آپ ﷺ نے دودھ پسند فرمایا:

اس کے بعد آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمان دنیا تک لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا آپ ﷺ نے وہاں انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا، انہوں نے اس کا جواب دیا اور مرحبا کہا۔ دوسرے آسمان پر سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو انہوں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا مرحبا کہا اور نبوت کا اقرار کیا۔ پھر تیسرے آسمان پر سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا، انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا، مرحبا کہا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ چوتھے آسمان پر سیدنا ادریس علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر آپ ﷺ کو پانچویں آسمان پر لے جایا گیا، وہاں ہارون علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور مرحبا کہا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ ساتویں آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، آپ نے انہیں سلام کیا اور مرحبا کہا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے تھے اور پھل بڑے کونڈوں جیسے۔ پھر آپ کو جبار جلّ جلالہ کے حضور لے جایا گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی اور آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی اُمت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پھر آپ ﷺ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرے تو انہوں نے پوچھا:

"آپ کے رب نے آپ کو کس بات کا حکم دیا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

'پچاس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجئے۔ یوں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے درمیان آپ ﷺ کی آمد ورفت جاری رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کردی۔ اس کے بعد پھر آپ ﷺ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تخفیف کا مشورہ دیا اور کہا کہ میں نے اس سے کم پر بنو اسرائیل کو بلایا، لیکن وہ اس کی ادائیگی سے قاصر رہے اور اسے چھوڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اب مجھے اپنے رب سے شرم آرہی ہے میں اسی پر راضی ہوں اور اس کو تسلیم کرتا ہوں۔" (صحیح بخاری:349، 3887)

پھر اسی رات نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی قوم کو ان دو بڑی نشانیوں کی خبر دی جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دکھلائیں تھیں، قوم کی اذیت اور ضرر رسانی میں سختی آگئی اور کچھ لوگ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے آئے اور انہیں خبر دی، انہوں نے کہا:

"اگر یہ بات آپ ﷺ نے کہی ہے تو سچ ہے" اسی پر آپ کا لقب صدیق (رضی اللہ عنہ) پڑ گیا۔ (سیرت ابن ہشام 1/399)

☆☆☆



صلہ ٔرحمی کے معنی ہیں رحمی رشتوں کو جوڑ نا اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق ادا کرنا، رحمی رشتوں کا مطلب وہ رشتے ناطے ہیں جن کا تعلق رحم مادر سے ہے، جیسے ماں باپ اور بیٹے بیٹیاں اور ہر وہ رشتہ جو ان سے متعلق ہے، جیسے ماں سے متعلق رشتوں میں نانا نانی، پرنانا پرنانی اور ان سے اوپر جہاں تک یہ سلسلہ جائے، اسی طرح بھائی اور بہنیں، خالائیں اور ماموں، بھانجے اور بھانجیاں۔ باپ سے متعلق رشتے جیسے دادا، دادی، پردادا، پردادی اور اوپر جہاں تک یہ سلسلہ جائے، اسی طرح تایا اور چچا، بھتیجے اور بھتیجیاں۔ بیٹوں سے متعلق رشتے جیسے پوتے، پرپوتے، پوتی، پرپوتی اور ان سے نیچے جہاں تک یہ سلسلہ جائے۔ بیٹیوں سے متعلق رشتے جیسے نواسے، نواسیاں، پرنواسے، پرنواسیاں اور نیچے جہاں تک یہ سلسلہ جائے۔

اردو میں صلہ ٔرحمی کے الفاظ کا استعمال عام ہے، رحمی رشتہ داروں کے لئے بھی اور غیر رحمی رشتہ داروں کے لئے بھی بلکہ رشتہ داروں کے علاوہ کسی کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کو صلہ ٔرحمی کہا جاتا ہے، مگر عربی زبان میں صلۃ الرحم (صلہ ٔرحمی) کے الفاظ رحمی رشتوں کے لئے خاص ہیں، چنانچہ اس مناسبت سے ہم یہاں انسان کے سب سے قریب ترین ذوی الارحام یعنی رحمی رشتہ داروں کے مسائل ذکر کر رہے ہیں۔

قرآن وحدیث میں صلہ رحمی کا حکم

صلہ ٔرحمی کرنے سے جہاں نیک نامی ہوتی ہے، وہیں یہ بہت ہی بڑے اجر وثواب کا کام ہے اور یہ جنت میں داخلہ کا سبب ہے اور صلہ ٔرحمی کرنے والوں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں اللہ کے ساتھ تعلق استوار ہو جاتا ہے، جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ 0 الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ 0 وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ0 وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ 0 جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ﴾ (سورۃ الرعد: 19 تا 23)

”نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں، جو اللہ کے عہد (وپیمان) کو پورا کرتے ہیں اور قول واقرار کو توڑتے نہیں اور اللہ نے جن چیزوں کا جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتی ہیں، اور وہ اپنے رب کی رضامندی کی طلب کے لئے صبر کرتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے کھلے خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے ہیں، ان ہی کے لئے عاقبت کا گھر ہے، ہمیشہ رہنے کے باغات، جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکوکار ہوں گے ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔“

مذکورہ بالا آیات میں جنت میں داخلہ کی مختلف صفات میں ایک اہم صفت: وَالَّذِينَ يَصِلُونَ .... اور اللہ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں۔۔۔۔یعنی صلہ ٔرحمی کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے، اس لئے اس کا پورا کرنا اور اس سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا کہ کہیں اس میں کمی کوتاہی نہ ہو جائے اور ہم اللہ کے غضب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

اس سلسلہ میں اللہ کے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی حدیث ملاحظہ ہو:

سیدنا ابوایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! آپ مجھے وہ بات بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے اور جہنم سے دور کرے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

”تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔ جب وہ شخص واپس ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ میری ان باتوں پر عمل پیرا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

صلہ ٔرحمی کے فوائد

صلہ ٔرحمی کرنا عمر کی درازی اور رزق کی فراوانی کا سبب ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری)

اس لئے کہ جب کوئی شخص صلہ ٔرحمی کرتا ہے تو اس میں اس کا وقت بھی صرف ہوتا ہے اور مال بھی۔ اس کا بدلہ اللہ پاک دنیا میں یوں دیتے ہیں کہ اس کی عمر اور مال ودولت دونوں میں برکت اور وسعت عطا

فرماتے ہیں اور آخرت میں جنت......

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے رشتہ داروں میں محبت، مال و دولت میں وسعت اور عمر میں برکت نصیب ہوتی ہے۔(جامع ترمذی)

رحم کا لفظ رحمن سے مشتق ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الرحم شجنة من الرحمن......

"رحم کا لفظ رحمن سے مشتق ہے، اس لئے رحمن (اللہ) نے رحم مادر سے فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا میں بھی اسے جوڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں بھی اسے کاٹوں گا۔" (صحیح بخاری)

اس لفظی اشتراک کے ساتھ ساتھ اس میں معنوی اشتراک بھی پایا جاتا ہے، یعنی جس طرح رحمن کے معنی بہت زیادہ مہربان کے ہیں، اس کی یہ رحمانیت عام ہے، دنیا والوں پر بھی اور آخرت والوں پر بھی، نیک لوگوں پر بھی اور بُرے لوگوں پر بھی، مومنوں پر بھی اور کافروں پر بھی، اہل حق پر بھی، اہل باطل پر بھی، اسی طرح رحمی رشتوں کے ساتھ پیار و محبت اور رحمت و شفقت کا عنصر غالب ہونا چاہئے، حتیٰ کہ رحمی رشتہ دار کافر و مشرک بھی ہوں تو ان کے ساتھ بھی رحمت و محبت کا جذبہ باہم موجود ہونا چاہئے، جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں، جبکہ وہ مشرکہ اور کافرہ ہیں، تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں ان کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرو۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رحم مادر، عرش کو پکڑے ہوئے یہ کہہ رہا ہے کہ جو مجھے ملائے (صلہ رحمی) کرے، اللہ اسے ملائے اور جو مجھے کاٹے (قطع رحمی کرے) اللہ اسے کاٹے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

کسی لونڈی یا غلام کو آزاد کر دینے سے زیادہ اجر وثواب صلہ رحمی کرنے میں ہے، جیسا کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا واقعی تم نے ایسا کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اسے اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تم بڑے اجر کی مستحق ہوتیں۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوئے تو رحم، رحمٰن کی کمر سے چمٹ گیا، رحمٰن نے کہا، کیا بات ہے؟ تو رحم نے کہا کہ قطع رحمی سے تیری پناہ لینے کی یہی جگہ ہے، رحمٰن نے کہا کہ کیا تو اس پر خوش نہیں ہے کہ جو تجھ کو ملائے گا، میں بھی اسے اپنے سے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا، میں بھی اسے اپنے سے کاٹ دوں گا، تو رحم نے اس پر خوشی و رضامندی کا اظہار کیا اور رحمٰن نے اسی پر اپنا فیصلہ فرمادیا۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

صلہ رحمی کے تعلق سے ایک واقعہ

امین اور مامون دونوں ہارون الرشید کے بیٹے تھے، امین ملکہ زبیدہ کے بطن سے تھا اور مامون ایک لونڈی کے بطن سے، جس کا نام مراجل تھا۔ ہارون الرشید کی وفات پر امین تخت پر بیٹھا جو بڑا عیش پسند تھا، پھر اس نے اپنے دودھیے بچے کو ولی عہد بنانا چاہا، حالانکہ بموجب تحریر ہارون الرشید، اس کا ولی عہد مامون تھا، اس پر دونوں بھائیوں میں سخت لڑائی ہوئی، جس میں امین مقتول ہوا اور مامون تخت خلافت پر بیٹھا تو زبیدہ (والدۂ امین مقتول) نے مامون کے نام یہ خط لکھا:

"اے امیر المؤمنین! ہر ایک قصور اگرچہ وہ بڑا ہی ہو تیری بخشش کے سامنے چھوٹا ہے اور ہر ایک لغزش خواہ وہ کتنی بڑی ہو، تیری درگزر کے مقابلے میں بالکل حقیر ہے۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کا خدا نے تجھے خوگر بنایا ہے۔ پس خدا تیری عمر دراز کرے اور تیری نعمت عام کرے اور بھلائی کو تیرے ذریعہ ہمیشہ رکھے اور برائی کو تجھ سے دور کرے۔ یہ اس غمگین کا رقعہ ہے جو زندگی میں مصائب زمانہ کو دور کرنے کے لئے تیری امیدوار ہے اور مرنے کے بعد تجھ سے اچھے ذکر کی امید رکھتی ہے۔ پس تم اگر میری ضعیفی، عاجزی اور قلتِ حیلہ پر رحم کرنا مناسب سمجھتے ہو اور اس بات کو اچھا خیال کرتے ہو تو مجھ سے صلہ رحمی کرو اور برضا و رغبت اس چیز میں ثواب کی امید رکھو کہ جس کے لئے تمہیں خدا نے بنایا ہے تو کرو اور اس شخص کو یاد کرو جو اگر زندہ ہوتا تو تجھ سے میری شفاعت کرتا۔"

جب مامون اس رقعہ پر مطلع ہوا تو اپنے سوتیلے بھائی پر رویا اور اپنی سوتیلی والدہ زبیدہ کے لئے نہایت نرم ہوا اور اس کی طرف یہ خط لکھا:

رشتۂ عمر آمد شاید بدست آوردہ است
ہر کسے بر مرگ دشمن شادمانی می کنند

"اے والدہ! خدا تیری نگہبانی کا متولی ہو، تیرا رقعہ ملا اور میں اس پر مطلع ہوا۔ خدا شاہد ہے کہ وہ تمام باتیں جو تو نے اس میں لکھی ہیں، مجھے بھی بری معلوم ہوئی ہیں، مگر کیا کروں، تقدیریں نافذ ہوتی ہیں اور مامور تصرف کرتے رہتے ہیں اور احکام جاری ہوتے ہیں اور تمام خلقت ان کے قبضے میں ہے اور کوئی ان کے دفع کرنے پر قادر نہیں، سب دنیا پراگندہ ہے اور ہر زندہ موت کی طرف جانے والا ہے۔ غدر و بغاوت انسان کی موت کا باعث ہیں اور شکر کا فائدہ شاکر کی طرف لوٹتا ہے۔ میں نے ان تمام چیزوں کو واپس کرنے کا حکم دیا ہے، جو تجھ سے لی گئی تھیں اور اب تو سوائے مرنے والے یعنی امین تو ہاتھ نہیں آسکتا مگر باقی تمام اشیاء جو اس وقت تیرے پاس تھیں ویسی ہی مہیا کی جائیں گی اور میں بعد ازیں تیرے لئے ان چیزوں سے بھی زیادہ کا ذمہ دار ہوں جو تو پسند کرے گی۔" (مخزن اخلاق، تالیف رحمت اللہ سبحانی، ناشر کتب خانہ حمیدیہ، دہلی)



نماز کی کتاب، صف بندی سے متعلق

حدیث نمبر:72

عَنْ أَبِي هريرة رضي الله عَنْه، عَنْ النبي ﷺ قال: «أَمَا يَخْشَى الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الإِمَامِ، أَنْ يُحَوِّلَ اللَّـهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ ـ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ ـ صُورَةَ حِمَارٍ؟». [رواه البخاري، كتاب الأذان، باب إثم من رفع رأسه قبل الإمام، برقم 691، ومسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن رفع البصر إلى السماء في الصلاة، برقم 427]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ شخص ڈرتا نہیں جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھالیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر میں تبدیل کر دے یا اس کی شکل گدھے کی شکل بنا دے؟

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: اَمَا: کیا نہیں۔
2: يَخْشٰى: ڈرتا ہے۔
3: يَرْفَعُ: اٹھاتا ہے۔
4: رَاسَهُ: اپنا سر۔
5: قَبْلَ الْإِمَامِ: امام سے پہلے۔
6: يُحَوِّلَ اللّٰهُ: اللہ بدل دیتا ہے۔
7: يَجْعَلَ اللّٰهُ: اللہ بنا دیتا ہے
8: حِمَارٌ: گدھا۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ باجماعت نماز میں امام سے پہلے مقتدی کے سر اٹھانے کی سخت وعید ہے جو اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ جان بوجھ کر ایسا کرنے والے کی نماز باطل ہے۔ اور یہی حکم نماز کے تمام ارکان وغیرہ کے لیے ہیں یعنی تکبیر، رکوع، سجدہ وغیرہ۔

2۔ باجماعت نماز میں نماز کی حرکات مثلاً تکبیر، رکوع وسجود وغیرہ میں مقتدی کو امام سے پیچھے رہنے کا حکم ہے نہ امام سے پہلے کر سکتا ہے اور نہ ہی ساتھ اور نہ ہی امام سے بہت تاخیر کر سکتا ہے۔ امام کے بعد فوراً کرنے کا حکم ہے۔

3۔ باجماعت نماز کے دوران مقتدی کی تمام حرکات امام کے تابع ہونی چاہئیں مقتدی کا امام کے تابع ہونا واجبات میں سے ہے اور واجبات کا ترک کبیرہ گناہ ہے۔ اگر کوئی امام کی تکبیر تحریمہ سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دے تو اس کی نماز نہیں ہوگی تاوقتیکہ وہ دوبارہ تکبیر تحریمہ کہے۔

4۔ جب مقتدی یہ جانتا ہے کہ میں امام سے پہلے نماز سے فارغ نہیں ہو سکتا تو پھر امام سے پہلے رکوع سجود میں سر اٹھانا حماقت وبیوقوفی ہے اسی لیے اس روایت میں گدھے کا نام لیا گیا کیونکہ یہ جانوروں میں حماقت کے اعتبار سے معروف ہے۔ اور خطرہ ہے ایسا کرنے والا عقلمندی سے ہی محروم ہو جائے اور پھر وہ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں حماقتیں ہی کرے۔

حدیث نمبر: 73

عَنْ أَبِي هريرة رضي الله عَنْه عَنْ النبي ﷺ قال: «إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّـهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِساً فَصَلُّوا جُلُوساً أَجْمَعُونَ».[رواه البخاري، كتاب الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلاة، برقم 722، ورقم 734، ومسلم، كتاب الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، واللفظ له، برقم 414]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے تم اس کی مخالفت نہ کرو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سبھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: اِنَّمَا: کلمہ حصر ہے، یہی بات ہے، بے شک۔
2: جُعِلَ: بنایا گیا۔
3: لِيُؤْتَمَّ بِهِ: تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔
4: فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ: تو تم اس کی مخالفت نہ کرو۔
5: اِذَا كَبَّرَ: جب وہ اللہ اکبر کہے۔
6: فكَبِّرُوْا: پھر تم اللہ اکبر کہو۔
7: اِذَا رَكَعَ: جب وہ رکوع کرے۔
8: اِذَا صَلّٰى جَالِسًا: جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔
9: اَجْمَعُوْنَ: سب، تمام، سارے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ امام کی اقتداء ہر مقتدی کے لیے واجب ہے۔ امام کی اقتداء صف کو درست کرنے والی چیزوں میں سے بھی ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ باب " إقامة الصف من تمام الصلاة" قائم کیا ہے

2۔ امام کی مخالفت حرام ہے۔ یعنی نماز کے افعال جیسے تکبیر، رفع الیدین، رکوع وسجود وغیرہ میں البتہ نماز کا سبق پڑھنے میں امام سے متابعت اور اقتداء کا حکم نہیں ہے اس میں اختلاف مذموم نہیں ہے مثلاً امام دعاء استفتاح میں سبحانك اللّٰهُمَّ وبحمدك.... پڑھے اور مقتدی اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَاىَ .... وغیرہ پڑھے، یا مقتدی رکوع وسجود میں امام سے کم یا زیادہ تسبیحات پڑھے یا ظہر و عصر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ کے بعد مختلف سورتیں پڑھے وغیرہ وغیرہ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

3۔ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو مقتدی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے یعنی امام کے بعد کہے البتہ

مقتدی بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ سکتا ہے کیونکہ اس سے منع نہیں کیا گیا ہے جیسے مقتدی امام کے پیچھے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھتا ہے باوجود اس کے کہ حدیث میں ہے کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ جیسے یہاں آمین کہنے کا مقام اور وقت بتایا گیا ہے اسی طرح رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کا مقام اور وقت بتایا گیا ہے۔ واللہ اعلم

4۔ متابعت اور اقتداء کا معنی یہ ہے کہ مقتدی کے تمام فعلی اعمال مثلاً تکبیر، رفع الیدین، رکوع و سجود وغیرہ امام کے بعد متصلاً ہوں یعنی نہ پہلے ہوں نہ ساتھ اور نہ بہت تاخیر سے۔

5۔ امام جب قیام سے عاجز ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔ لیکن افضل یہ ہے کہ اگر امام کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکتا ہو تو وہ اپنی جگہ پر کسی ایسے شخص کو امام مقرر کرے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ امام جب بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر اس بارے اہل علم کا اختلاف ہے راجح یہ ہے کہ اگر نماز کے شروع سے ہی امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو بھی بیٹھ کر پڑھنی چاہیے اور اگر نماز کے دوران امام کھڑا ہونے سے عاجز آ گیا ہے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری کے عالم نماز کے دوران آ کر ملے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے تو آپ نے بیٹھ کر امامت کرائی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی مقتدیوں نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ واللہ اعلم

6۔ امام، امیر، حاکم کی اطاعت معروف میں لازم ہے جس کی بہترین مثال نماز ہے۔

7۔ امام، امیر، حاکم وغیرہ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی قیادت قرآن وحدیث کے مطابق کریں۔

8۔ اگر کوئی امام، امیر، حاکم وغیرہ جان بوجھ کر قرآن وحدیث کی مخالفت کا حکم دے تو اس کو نہیں ماننا جائے مثلاً اگر کوئی امام لوگوں کو چار رکعت کے بجائے تین یا پانچ پڑھائے یا دو سجدوں کے بجائے ایک یا تین کرائے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

☆☆☆

دعا

راہِ ہدیٰ دِکھلا دے مولا راہِ غلط سے ہٹا دے مولا
سنت کو پھیلا دے مولا بدعت کو دَفنا دے مولا
شمع جلا ایماں کی دل میں کفر کی آگ بجھا دے مولا
ہم کو بنا توحید کے داعی دوئی اور شرک مٹا دے مولا
دنیا کی ہر خیر ہبہ کر دین کا علم سکھا دے مولا
حرص وہوس سے پاک ہمیں کر دل کو استغنا دے مولا
صحبتِ بد سے دور ہمیں رکھ صالح دوست بنا دے مولا
روٹھے ہوؤں کو کر دے راضی تو بھی اپنی رضا دے مولا
بھٹکے ہیں بدعات میں مسلم سنت پر وہ چلا دے مولا
ماری ہوئی تقلید وغلو کی امت وسط بنا دے مولا
کذب ودغا کا زور ہوا ہے مخلص ہم کو بنا دے مولا
دینِ عجم سے ہم کو بچا لے دینِ عرب سمجھا دے مولا
شکر کی دے توفیق زباں کو دل کو صدق وصفا دے مولا
دوزخ کے شعلوں سے بچا کر ہم کو تُو فردوس عطا کر
اپنا ہی بس ڈر دے مولا دل میں تقویٰ بھر دے مولا
کلمہ گو بھی شرک کریں جو ان کو موحد کر دے مولا
روشن دل اور پاک زباں ہو ہم کو پاک نظر دے مولا
سچی بات ہو لب پر ہم دم بات میں اک اثر دے مولا
جینا ہو اسلام پہ اپنا موت بھی ایماں پر دے مولا
ثاقب کی دن رات دعا ہے جنت میں اک گھر دے مولا

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی

فقہ و فتاویٰ

سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

دیت کی رقم کو بنک میں انویسٹ کرنا

سوال: میں اپنی فیملی کے ساتھ یورپ کے ایک ملک میں مقیم ہوں۔ میری بیٹی کا آپریشن تھا اور ڈاکٹروں کی غلطی سے وہ جسمانی اور عقلی طور پر بالکل معذور ہو چکی ہے اور یہ حالت ساری زندگی ایسے ہی رہے گی، ہم والدین اب اس کی دیکھ بھال کے ذمہ دار ہیں، حکومت نے ہمیں ایک بھاری معاوضہ عطا کیا ہے۔ بنک نے ہمیں یہ پیشکش کی ہے کہ اگر ہم اس رقم کا ایک بڑا حصہ ڈنمارک کی حکومت کے بانڈز میں بطور کاروبار لگائیں تو پندرہ سال تک ہمیں ایک فکسڈ نفع ملتا رہے گا۔

میرا سوال یہ ہے کہ آیا اس منافع کی رقم جو6 ہزار کرونہ ماہانہ بنتی ہے، سود شمار ہوگی؟

یہ بات علم میں رہے کہ ہماری اپنی آمدن بہت کم ہے، شوہر کو مرض کی بنا پڑ چھٹی دے دی گئے ہے اور اس کی تنخواہ کام کرنے کی بہ نسبت کم ہے، میں خود ایک معمولی سے وظیفے کی بنیاد پر اپنی تعلیم جاری کئے ہوئے ہوں، مقامی بلدیاتی کونسل ہمیں کچھ مدد دیتی ہے لیکن دوسرے ناروا بوجھ بھی ڈال دیتی ہے، ہم اگر اس منافع کی رقم کو استعمال میں لے آئیں تو یہ بوجھ کچھ کم ہو جائیں گے اور ہمارا معاشی مرتبہ بھی کچھ بہتر ہو جائے گا لیکن ہم خلاف شرع کوئی کام کرنا نہیں چاہتے۔

یہ بھی علم میں رہے کہ جو معاوضہ ہمیں دیا گیا ہے ،اس میں ہم والدین کلی یا جزوی طور پر قطعاً کوئی تصرف نہیں کرسکتے، سوائے ایسے معاملات کے جو بنک کے ذریعہ طے کئے جاتے ہیں، اگر کوئی چھوٹی موٹی رقم ہو تو ہم فیملی کورٹ کو درخواست دے سکتے ہیں اور ان کی موافقت کے بعد وہ رقم خرچ کرسکتے ہیں۔

جواب: اس سوال کی تین شقیں ہیں، جن کا جواب درج ذیل ہے:

1۔ آپ کی کم عمر بیٹی کو میڈیکل خطا کی بنا پر جو معاوضہ دیا گیا ہے وہ بالکل جائز ہے، اس کی حیثیت دیت کی سی ہے اور اس کی ادائیگی بھی خطا کار جانب (یعنی ہسپتال) کی رضامندی سے دی گئی ہے اور اس لحاظ سے شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

2۔ رہا اس رقم کو پندرہ سال کے لئے فکسڈ منافع پر بصورت سَنَدات (BONDS) کاروبار میں لگانا ایسا ہی ہے، جب قرض کو سودی منافع کے ساتھ واپس ادا کیا جائے اور یہ معاملہ تمام فقہی اکاڈمیوں کے نزدیک حرام معاملات میں سے شمار ہوتا ہے۔

2۔ اگر وہاں کا قانون اس رقم کو سوائے حرام سندات کی شکل میں یا بنک کے سودی ڈپازٹ کی شکل میں INVEST کرنے کے علاوہ کسی دوسری جائز شکل کا اختیار نہیں دیتا ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کم سن بچی کے مال کی حفاظت کیسے کی جاسکتی ہے؟

اور اگر صرف یہی ایک صورت ہو اور قانونی طور پر یہی ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہو تو بربنائے ضرورت ایسا کرنا جائز ہوگا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جو کچھ منافع ملے گا اسے خیراتی کاموں پر خرچ کیا جائے گا۔ البتہ اگر بچی کو علاج یا تعلیم کے لئے کچھ رقم درکار ہو تو وہ بقدر ضرورت اور شدید حاجت کے اس مال میں سے خرچ کی جاسکتی ہے۔

غیر شادی شدہ عورت کا بویضہ کو منجمد کرنے کا حکم

سوال: میں ایک غیر شادی شدہ خاتون ہوں جس کی شادی میں تاخیر ہوتی جارہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا میں اپنے بویضہ کو منجمد (FREEZE) کرواسکتی ہوں تاکہ جب بھی شادی ہو اور کبر سنی کی بنا پر شوہر سے حمل نہ ہو سکے تو انہیں بویضات کو استعمال کر سکوں؟

جواب: بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غیر مسلم ممالک میں اس موضوع پر کوئی ردّ وکدَ نہیں کی جاتی، کوئی اخلاقی، قانونی یا شرعی ضابطے کی پابندی نہیں کی جاتی، اس لیے سب سے پہلے تو کونسل مسلمان نوجوان مردوں اور عورتوں کو شادی میں تاخیر کرنے سے خبردار کرتی ہے، جلد شادی کرنا، ایک مسلمان کے لئے بمنزلہ قلعہ ہے کہ وہ شادی کے حصار میں آکر پاکدامن ہوجاتا ہے اور بہت سی بے حیائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

« يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ» (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھتا ہو تو اُسے شادی کر لینی چاہئے کہ اس سے آنکھ کی حفاظت اور شرمگاہ کی پاکیزگی برقرار رہتی ہے۔"

اور جہاں تک بویضات EGGS کو منجمد کروانے کا تعلق ہے تو شادی سے قبل ایسا کرنے سے اجتناب کرنا بہتر ہے، الا یہ کہ کوئی مخصوص حالت ہو جیسے کہ ایک عورت کے بیضے کسی علاج معالجے کی بنا پر یا کسی مرد کا مادہ منویہ تلف ہونے کا خدشہ ہو تو اس صورت میں بو

بیضات کا یا مادہ منویہ کا منجمد کروانا جائز ہو گا تاکہ جونہی مرد یا عورت کے لئے شادی کرنا ممکن ہو تو وہ بچے پیدا کرنے کے قابل ہو سکیں، پھر بھی ان ضوابط کا خیال رکھنا ضروری ہو گا:

1۔ اس عمل کو شادی مؤخر کرنے کا حیلہ نہ بنایا جائے۔

2۔یہ عمل کرانے والا شخص وہ تمام قانونی کاروائیاں کرے کہ جس کی بنا پر بیضات یا مادہ منویہ منجمد کرانے والا ادارہ ہبہ یا بیع کے بہانے کوئی بے قاعدگی نہ کر سکے۔

3۔ اگر ایسی کوئی ہنگامی صورت پیدا ہو جائے کہ عورت کا کسی بھی سبب کی بنا پر حاملہ ہونا ناممکن ہو تو اس بات کی اجازت نہ ہو گی کہ ان بویضات کو شوہر کے مادہ منویہ سے بار آور کر کے کسی دوسری عورت کے حمل میں افزائش کی جائے۔

4۔اور اگر مرد اور عورت یہ سمجھیں کہ ان بویضات یا مادہ منویہ کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے تو انہیں تلف کروا دیا جائے اور منجمد کرنے والے کے پاس نہ چھوڑا جائے۔

قربانی کے جانور کی تعیین کا حکم

سوال: قربانی کے اس طریقے کے بارے میں حکم بیان فرمائیں:

قصاب کسانوں سے بڑی تعداد میں قربانی کے جانور خرید کر لے آتا ہے، ہم عید سے قبل اس کے پاس آتے ہیں اور کیلو کے حساب سے ایک قربانی کے برابر گوشت کا سودا کر لیتے ہیں، قربانی کے جانور کی تحدید نہیں کی جاتی اور اس کا پتہ ذبح ہونے کے بعد علم میں آتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ تمام جانور قربانی کی نسبت سے لائے گئے تھے، اور نماز کے بعد ذبح کئے گئے تھے اور ان تمام جانوروں میں شرعی معیار کا لحاظ رکھا گیا تھا۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ قربانی ایک عبادت ہے اور اللہ کی خوشنودی لئے کی جاتی ہے۔

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾

"اور ہم نے ہر امت کے لئے ایک طریقہ عبادت بنایا ہے تاکہ وہ ان قربانی کے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو ہم نے بطور رزق انہیں عطا کی ہیں۔" (سورۃ الحج)

تو قربانی کے جانوروں میں تمام شرعی مطلوبہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔یعنی اس کا تعین کیا جائے، اس کی عمر دیکھی جائے اور یہ کہ وہ تمام عیبوں سے پاک ہو، آپ کے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ جانور کے ذبح ہونے سے قبل جانور کا تعین ہونا ضروری ہے کہ یہ جانور کسی کی طرف سے قربان کیا جا رہا ہے، جانور بحالت حیات سارا کا سارا خریدا جائے، اور بہتر ہے کہ اس پر نمبر لگا دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جانور کس شخص کا ہے، ذبح کے وقت مستحب ہے کہ قربانی کرنے والے شخص کا نام لیا جائے۔ نبی کریم ﷺ قربانی کے وقت یہ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ هَذَا مِنْكَ وَلَكَ اَللّٰهُمَّ هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

"اے اللہ! یہ تیری ہی طرف سے ہے اور تجھی کے لئے ہے، اے اللہ یہ محمد اور آل محمد کی طرف سے (پیش کرتا ہوں)۔

اگر اس کی تعیین ذبح سے قبل ہو چکی تھی لیکن نام نہیں لیا گیا تب بھی قربانی ہو جائے گی۔ البتہ اگر جانور ذبح ہونے کے بعد ایک شخص وزن کے اعتبار سے اُسے خریدتا ہے، تو یہ قربانی جائز نہ ہو گی۔

مسلم رفاہی تنظیم میں غیر مسلم کی رکنیت کا حکم

سوال: ہماری ایک رفاہی تنظیم ہے جو زکاۃ کی رقوم جمع کر کے مستحقین میں تقسیم کرتی ہے۔ کیا ایک غیر مسلم اسی تنظیم کا ٹرسٹی بن سکتا ہے کہ جسے زکاۃ تقسیم کرنے کا کام بھی کرنا ہو گا؟

اور ایسے ہی کیا ایک غیر مسلم کسی مسجد کا ٹرسٹی بن سکتا ہے جب کہ اس کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہو گا کہ وہ مسجد کے تمام معاملات کی دیکھ بھال کرے کہ جس میں جمعہ کے خطبات اور رسائل کی منظوری بھی شامل ہے؟

جواب: جہاں تک رفاہی تنظیم کے ادارتی امور کا تعلق ہے کہ جس میں زکاۃ کی رقوم کا حساب وکتاب بھی شامل ہے تو وہ ایک ماہر حسابیات کا کام ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا نہ ہو، لیکن زکاۃ کی تقسیم کے لئے مستحقین کا جاننا بہت ضروری ہے۔اس لیے بہتر ہے یا تو کوئی مسلمان اس کام کو انجام دے یا وہ مشورے میں شریک رہے۔ اور جہاں تک مسجد کا تعلق ہے تو مسجد کے اکاؤنٹس کو چھوڑ کر مسجد کے باقی سارے کام جیسے اماموں کا تقرر، نمازوں اور روزوں کا ٹائم ٹیبل، دینی سوالات کے جوابات اور خطبوں کا جائزہ، یہ سارے کے سارے کام مذہبی امور میں شامل ہیں اور وہ ایک مسلمان ہی سرانجام دے سکتا ہے۔

کیا خلع کی صورت میں صرف حق مہر کی واپسی ہو گی؟

سوال ایک مسلمان خاتون خلع چاہتی ہے، اور ایسی صورت میں وہ کیا چیزیں واپس کرنے کی پابند ہو گی:

1۔مثلاً وہ، پیسہ، قطعہ زمین، سونا، جو خاوند نے خود کھا یا تھا اور بیوی کو دیا تھا۔

2۔ وہ پیسہ، قطعہ زمین، سونا وغیرہ جو عورت نے خود کمایا تھا یا اُسے اس کے والدین کی طرف سے ہبہ کیا گیا تھا۔

3۔ان میں سے جو چیز شادی سے قبل دی گئی تھی یا بعد میں دی گئی تھی، کون سی واپس کی جائیگی؟

جواب: خلع کا سنت طریقہ تو یہی ہے کہ خاوند ان چیزوں کا مطالبہ کر سکتا ہے جو اس نے اپنی بیوی کو بطور مہر ادا کئے تھے، بیوی کی کمائی یا والدین کی طرف سے

دیئے گئے عطیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔
ایک دوسری بات یہ ہے کہ شوہر کو خلع کے عوض کچھ بھی نہیں مانگنا چاہیئے اگر قصور اس کا ہو یا وہ خود بیوی کو رکھنا نہ چاہتا ہو اور طلاق اس لیے بھی دینا نہ چاہتا ہو تا کہ اسے کچھ ادا نہ کرنا پڑے، بلکہ بیوی خلع کی درخواست کر کے کچھ نہ کچھ واپس ادا کرنے پر مجبور ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾

(سورۃ النساء:20-21)

"اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم نے ایک کو ڈھیروں مال دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو، کیا تم بہتان لگا کر اور کھلی حق تلفی کر کے اس کو لوگے؟ اور کس طرح اس کو لوگے جب کہ تم ایک دوسرے کے آگے بے حجاب ہو چکے ہو اور انہوں نے تم سے مضبوط عہد لے رکھا ہے۔"

اور اگر قصور بیوی کا ہے تب بھی خلع کا تقاضا یہ ہے کہ جتنا کچھ بطور مہر دیا تھا، وہی واپس لو اور اسے زیادہ نہ طلب کرو۔

لیکن اگر مرد مہر سے زائد کا طالب ہو اور عورت ہر صورت اسے چھٹکارا پانا چاہتی ہو تو اگر اُسے کچھ زائد بھی دینا پڑے تو وہ دے سکتی ہے۔

سورۃ البقرۃ کی اس آیت میں یہ مفہوم آجاتا ہے:

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ﴾

(سورۃ البقرۃ:229)

"اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ جو تم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے کچھ واپس لو، الا یہ کہ دونوں اس بات سے ڈرتے ہوں کہ (اگر وہ ساتھ رہے) تو اللہ کے حدود کی پاسداری نہ کر سکیں گے، اور اگر تمہیں اس بات کا خدشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو جو کچھ بھی وہ بطور فدیہ ادا کرے، اس پر دونوں کے لئے کوئی حرج نہ ہو گا۔"

یعنی عورت اگر کچھ بھی دے دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور مرد اسے لے لے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

پہلی صورت جو کہ سنت ہے یعنی صرف مہر کی ادائیگی وہ زیادہ بہتر ہے، اور دوسری صورت کہ جس میں ادائیگی کی کوئی مقررہ حد نہیں رکھی گئی، اُسے جائز سمجھا جائے گا۔

☆☆☆

محاسبہ نفس

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے، یا پھر خاموش رہے۔" (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

یہ چیز محاسبہ نفس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کو پہچان لے، اور موت کے بعد کے لئے تیاری کرے، اور عاجز وہ شخص ہے جو نفسانی خواہشات کے پیچھے لگا رہے اور اللہ سے امید لگا کر بیٹھے۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"محاسبہ شروع ہونے سے پہلے اپنا محاسبہ کر لو، اپنے نفس کا وزن کر لو اس سے پہلے کہ اسکا وزن کیا جائے، اور بڑی پیشی کے لئے تیاری کرو۔"

سیدنا میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"کنجوس شراکت دار سے بھی زیادہ سخت محاسبہ متقی افراد اپنے نفس کا کرتے ہیں۔"

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"مؤمن اپنے گناہوں کو پہاڑ کی چوٹی پر سمجھتا ہے، اور اندیشہ رکھتا ہے کہ وہ اس پر آگریں گے، جبکہ فاجر اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح سمجھتا ہے، جو اس کی ناک پر بیٹھے تو ایسے اڑا دے، یعنی: ہاتھ کے اشارے سے۔" (صحیح بخاری)

مؤمن شخص محاسبہ نفس اور نگرانی جاری رکھتے ہوئے اچھی حالت پر نفس کو قائم رکھتا ہے، تو وہ اپنے افعال کا محاسبہ کرتے ہوئے عبادات اور اطاعت گزاری کامل ترین شکل میں بجا لاتا ہے، جو اخلاص سے بھرپور، بدعات، ریاکاری، خود پسندی سے پاک ہوتی ہیں، اپنے نیک اعمال سے رضائے الٰہی اور اخروی زندگی کی تلاش میں رہتا ہے۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"دلوں کو فتنے ایسے مسلسل درپے ہوتے ہیں کہ جیسے چٹائی کے تنکے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوتے ہیں، چنانچہ جو دل ان فتنوں کو مسترد کر دے تو اس کے دل میں ایک سفید نکتہ لگا دیا جاتا ہے، اور جو دل فتنوں کو اپنے اندر جگہ دے دے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ دلوں کی دو قسمیں بن جاتی ہیں:

ایک بالکل صاف ستھرا دل جیسے سخت چٹان ہو، اسے زمین و آسمان کے قائم رہنے تک کوئی فتنہ نقصان نہیں دیتا۔

دوسرا دل سیاہ خاکی مائل الٹے مشکیزے کی طرح ہوتا ہے، جو نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھتا، اسے من لگی بات ہی سمجھ میں آتی ہے۔"

☆☆☆



ذمی لوگوں کو سلام اور ان کے سلام کا جواب

سیدنا سہیل بن ابی صالح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

خَرَجْتُ مَعَ أَبِي إِلَى الشَّامِ فَجَعَلُوا يَمُرُّونَ بِصَوَامِعَ فِيهَا نَصَارَى، فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ أَبِي: لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِ الطَّرِيقِ.»

(صحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام وكيف يرد عليهم:2167-سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في السلام على أهل الذمة:5205-سنن ترمذى، أبواب الإستئذان، باب ما جاء في التسليم على أهل الذمة:2700)

”میں اپنے باپ کے ساتھ شام کی طرف گیا تو لوگ عیسائیوں کی عبادت گاہوں کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں سلام کہتے تھے، تو میرے والد نے کہا: تم انہیں سلام کرنے میں پہل نہ کرو، کیونکہ ہمیں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم انہیں سلام میں پہل مت کرو اور جب راستے میں تمہارا ان سے سامنا ہو جائے تو انہیں تنگ ترین راستے کی طرف مجبور کر دو۔“

اس روایت میں دو چیزیں بیان ہوئی ہیں: ایک یہ کہ غیر مسلم لوگوں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی چاہیے اور دوسری یہ کہ اگر راستے میں کہیں ان کا سامنا ہو جائے تو ان کے گزرنے کے لیے راستہ تنگ کر دیا جائے۔ یہ حکم اس لیے ہے تا کہ انہیں اپنی کمتری اور مسلمانوں کے غلبے کا احساس ہو سکے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمُوا عَلَيْكُمْ قَالُوا: السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقُولُوا: وَعَلَيْكُمْ»

(صحيح بخارى، كتاب الإستئذان، باب كيف يرد على أهل الذمة السلام:6257-صحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام وكيف يرد عليهم:2164)

”یقیناً جب یہودی تمہیں سلام کرتے ہیں تو وہ اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ (یعنی تم پر موت آئے) کہتے ہیں، سو تم انہیں وَعَلَيْكُمْ (اور تم پر بھی) کہہ کر جواب دے دیا کرو۔“

وَعَلَيْكُمْ کہنے میں حکمت یہ ہے کہ جیسا اس نے کہا ہو گا ویسا ہی اسے جواب مل جائے گا۔ یعنی اگر تو اس نے واقعی سلامتی کی دعا دی ہو گی تو جواباً اسے بھی سلامتی کی دعا مل جائے گی اور اگر اس نے سلام کے دھوکے میں سام یعنی موت کی بددعا دی ہو گی تو جواباً اسے بھی ویسے ہی بددعا مل جائے گی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ قَالَتْ: فَفَهِمْتُهَا، قُلْتُ: عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَهْلًا يَا عَائِشَةُ، فَإِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ.» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَوَ لَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ.»

(صحيح بخارى، كتاب الإستئذان، باب كيف يرد على أهل الذمة السلام:6256-صحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام وكيف يرد عليهم:2165)

”چند یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے اَلسَّامُ عَلَيْكَ (یعنی تم پر موت آئے) کہا، تو ہم سمجھ گئے۔ چنانچہ میں نے جواباً عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ (یعنی تم پر موت آئے اور لعنت ہو) کہہ دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! چھوڑو (ایسے نہ کہو)، کیونکہ اللہ تعالی ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ﷺ نے نہیں سنا جو انہوں نے کہا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے وَعَلَيْكُمْ کہہ کر جواب دے دیا ہے۔“

غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں وَعَلَيْكُمْ کہنے کی حکمت یہ ہے کہ اگر تو انہوں نے سلام ہی کہا ہو گا تو انہیں ان کے سلام کا جواب مل جائے گا لیکن اگر انہوں نے سلامتی کی دعا کے بجائے موت کی بد دعا دی ہو تو انہیں بھی وہی جواب مل جائے گا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ «سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى.»

(صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، باب بدء الوحي:7)

"رسول اللہ ﷺ نے شاہِ روم ہرقل کے نام یہ پیغام لکھا کہ ہر اس شخص پر سلامتی ہو جو بھی ہدایت کی پیروی کرے۔"

شاہِ روم جو کہ نصرانی تھا، نبی ﷺ نے اسے بھی سلام نہیں لکھا بلکہ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى لکھا، مراد یہ تھا کہ اگر تم ہدایت کی پیروی کروگے تو تم پر سلامتی ہوگی۔

دو مسلمانوں کی ملاقات

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَبَا ذَرٍّ! لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ مُنْبَسِطٍ، وَلَوْ أَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ الْمُسْتَسْقِي، وَإِذَا طَبَخْتَ قِدْرًا فَأَكْثِرْ مَرَقَتَهَا وَاغْرِفْ مِنْهَا لِجِيرَانِكَ.»

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والإحسان إليه:2625- سنن ترمذی، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في إكثار ماء المرقة:1833)

"اے ابوذر! تُو کسی بھی نیکی کو ہرگز حقیر مت سمجھ، خواہ وہ نیکی یہی ہو کہ تُو اپنے (مسلمان) بھائی کو خندہ پیشانی سے ملے، اور اگرچہ (وہ نیکی یہ ہو کہ) تُو پانی مانگنے والے کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دے اور جب تُو ہانڈی پکائے تو اس کا شوربہ زیادہ بنا لیا کر اور اس سے اپنے پڑوسی کو بھی دے دیا کر۔"

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «نَعَمْ.»

(صحیح بخاری، کتاب الإستئذان، باب المصافحة:6263)

"میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا نبی ﷺ کے صحابہ مصافحہ کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔"

سیدنا زراع رضی اللہ عنہ، جو عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے، بیان کرتے ہیں کہ

فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في قبلة الرجل:5225)

"ہم اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اُتر کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسے دینے لگے۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أَنَّهُ لَمَّا قَدِمَ الشَّامَ اسْتَقْبَلَهُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَبَّلَ يَدَهُ.

(السنن الكبرى للبيهقي:101/7)

"جب وہ شام تشریف لائے تو ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ اِفک کے بابت روایت کرتی ہیں کہ

فَقَالَ أَبَوَايَ: قُومِي فَقَبِّلِي رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في قبلة الرجل ولده:5219)

"میرے ماں باپ نے مجھ سے کہا: اُٹھو! اور رسول اللہ ﷺ کے سر کو بوسہ دو۔"

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

حِينَ طَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ، فَطَلَبَ الْقِصَاصَ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ فَاحْتَضَنَهُ أُسَيْدٌ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في قبلة الجسد:5224)

"جس وقت نبی ﷺ نے ان کی کوکھ میں لکڑی چبھوئی تو انہوں نے قصاص مانگ لیا، تو نبی ﷺ نے اپنا قمیض اُٹھا دیا اور اُسید آپ ﷺ کے پیٹ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ کے پہلو کو چومنے لگے۔"

كَشْحٌ سے مراد کوکھ اور پسلیوں کے درمیان کی جگہ ہے۔ اس روایت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم ﷺ سے محبت اور وارفتگی کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس درجے تک رسول اللہ ﷺ سے پیار کرتے تھے، علاوہ ازیں اس سے یہ بات بھی احاطۂ علم میں آتی ہے کہ آدمی کا اپنی محبوب شخصیت کے جسم کو بوسہ دینا جائز ہے۔

دینی وجوہات کی بناء پر قطع تعلق

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ يَصُدُّ هٰذَا وَيَصُدُّ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ»

(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر:6065- صحیح مسلم، کتاب البروالصلة، باب النهي عن التحاسد والتباغض والتدابر: 2559)

"ایک دوسرے سے بُغض مت رکھو، باہم حسد مت

کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین دِن سے زیادہ بول چال چھوڑے رکھے اور جب وہ آپس میں ملیں تو یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے منہ پھیر لے، ان دونوں میں سے بہتر وہ ہوگا جو سلام میں پہل کرے۔"

سیدنا ہشام بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُصَارِمَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَا دَامَا عَلَى صُرَامِهِمَا، وَإِنَّ أَوَّلَهُمَا فَيْئًا يَكُونُ سَبْقُهُ بِالْفَيْءِ كَفَّارَةً لَهُ، فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَقْبَلْ سَلَامَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ سَلَامَهُ، رَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ، وَرَدَّ عَلَى الْآخَرِ شَيْطَانٌ، فَإِنْ مَاتَا عَلَى صُرَامِهِمَا لَمْ يَدْخُلَا الْجَنَّةَ.» أَوْ قَالَ: «لَمْ يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ»

(مسند الطیالسی:1223-الأدب المفرد للبخاری:402)

"کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دِن سے زیادہ قطع تعلق کرے، وہ جب تک آپس میں قطع تعلق رہتے ہیں تب تک حق سے ہٹے رہتے ہیں، اور ان میں سے جو پہلے اپنے غصے کو ختم کرتا ہے تو اس کا غصہ ختم کرنے میں پہل کرنا اس کے لیے کفارہ بن جائے گا، پھر اگر وہ دوسرے کو سلام کہتا ہے اور وہ اس کے سلام کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اسے جواب دیتا ہے تو اس کے سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں جبکہ دوسرے کو شیطان جواب دیتا ہے، لیکن اگر (ان میں سے کوئی بھی ناراضگی ختم نہ کرے اور) وہ قطع تعلقی میں ہی انہیں موت آجائے تو وہ دونوں جنت میں نہیں جا سکیں گے۔ یا فرمایا کہ وہ دونوں جنت میں ایک ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔"

سیدنا ابوخراش سُلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

«مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب فيمن يهجر أخاه المسلم:4915-مسند أحمد: 320/4-سلسلة الأحاديث الصحيحة: 928)

جس نے اپنے (مسلمان) بھائی سے ایک سال تک بول چال چھوڑے رکھی، تو وہ (بہ اعتبارِ گناہ) اس کا خون بہانے کے مثل ہے۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا»

(صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب النهي عن الشحناء والتهاجر:2565-سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب فيمن يهجر أخاه المسلم: 4916-سنن ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في المتهاجرين: 2023)

"سوموار اور جمعرات کے دِن جنّت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندۂ مومن کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس شخص کے جس کی اپنے بھائی کے ساتھ عداوت ہو، تو (ان کے بارے میں یہ) کہا جاتا ہے کہ انہیں تب تک چھوڑے رکھو جب تک کہ یہ صلح نہیں کر لیتے۔"

یعنی باہم ناراض دو مسلمان بھائیوں کو تب تک بخشش سے محروم رکھا جاتا ہے جب تک وہ صلح نہیں کر لیتے۔

باعثِ تہمت امور سے احتراز

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے ساتھ (جارہے) تھے کہ ایک آدمی گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا فُلَانُ هَذِهِ امْرَأَتِي فُلَانَةُ.» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ كُنْتُ أَظُنُّ بِهِ، فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ أَظُنُّ بِكَ، فَقَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ.»

(صحيح مسلم، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رئي خاليا بامرأة وكانت زوجته أو محرما له أن يقول هذه فلانة ليدفع ظن السوء به: 2174-سنن أبوداؤد، كتاب السنة، باب في ذراري المشركين: 4719)

"اے فلاں! یہ میری فلاں بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں کون ہوتا ہوں کہ ایسا گمان کروں؟ اور نہ ہی آپ کے بارے میں کوئی گمان کیا ہے۔، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقیناً شیطان ابنِ آدم کے جسم میں خون کے چلنے کی جگہ پر دوڑتا ہے۔"

شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور اس میں اپنے وساوس اور خیالات ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے وضاحت فرمادی تاکہ شیطان اس کے دل میں کوئی برا خیال نہ ڈال دے۔

☆☆☆

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سردی انسان کو قتل کر ڈالتی ہے، انسان سرد علاقوں میں گرم ملبوسات کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس کے بر خلاف گرمی اگرچہ باعثِ اذیت ہے لیکن وہ اس طرح ہلاک نہیں کرتی جیسے سردی ہلاک کر دیتی ہے۔"

☆☆☆



11۔امام عبداللہ بن المبارک سے محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"أما أنا وجدناه صدوقاً."

"ہم نے تو اسے سچا پایا ہے۔"

آپ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی۔(کتاب الثقات لابن حبان:7/383۔ وسندہ حسن، علی بن الحسین بن واقد صدوق حسن الحدیث، وثقہ الترمذی وابن خزیمہ وابن حبان والحاکم والذہبی والجمہور)

12۔امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

جالست ابن اسحاق بضعاً و سبعين سنة و ما يتهمه أحد من أهل المدينة و لا يقول فيه شيئاً ."

"میں ابن اسحاق کے پاس ستر (70) سے زائد سال رہا اور اہل مدینہ میں سے کوئی بھی اس پر تہمت نہیں لگاتا تھا اور نہ اس کے بارے میں کوئی کلام کرتا تھا۔" (کتاب الجرح والتعدیل:7/192 وسندہ صحیح)

اور فرمایا:

"لم يحمل عليه أحد فى الحديث، إنما كان أهل المدينة حملوا عليه من أجل القدر."

"کسی نے حدیث کی وجہ سے اس پر حملہ نہیں کیا، اہل مدینہ نے تو قدریت (مسئلہ تقدیر) کی وجہ سے اس پر حملہ کیا۔" (کتاب المعرفہ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی:2/27 وسندہ حسن)

مسئلہ تقدیر (اور تشیع) والے اعتراض کے بارے میں عرض ہے کہ سرفراز خان صفدر نے کہا:

اور اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی معتزلی یا مرجئی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔(احسن الکلام:1/30۔ دوسرا نسخہ:1/49)

ابراہیم بن المنذر نے سفیان بن عیینہ سے کہا کہ لوگ ابن اسحاق کو کذاب کہتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا:

"لا تقل ذ لك."(تو ایسی بات نہ کہہ)۔(الجرح والتعدیل:7/192 وسندہ صحیح)

13۔ امام ابو زرعہ الرازی نے محمد بن اسحاق کے بارے میں فرمایا:

"صدوق، من تكلم فى محمد بن أسحاق؟"

"محمد بن اسحاق صدوق (سچے ہیں، محمد بن اسحاق کے بارے میں کس نے کلام کیا ہے؟ محمد بن اسحاق سچے ہیں)" (کتاب الجرح والتعدیل:7/192 وسندہ صحیح)

اس توثیق کے مقابلے میں سرفراز صفدر نے 1268ھ یا 1264ھ میں پیدا ہونے والے طاہر بن صالح بن احمد الجزائری کی کتاب توجیہ النظر کا حوالہ پیش کیا ہے۔(احسن الکلام:2/71، دوسرا نسخہ:2/78)

یہ بے سند حوالہ، صحیح سند والے حوالے کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور اگر یہ حوالہ ثابت بھی ہو جائے تو جرح و تعدیل باہم متعارض ہو کر دونوں ساقط ہو جائیں گی جیسا کہ میزان الاعتدال میں عبدالرحمن بن ثابت بن الصامت کے حالات میں ذکر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال: 2/552)

14۔ امام ابن خزیمہ النیسابوری نے صحیح ابن خزیمہ میں محمد بن اسحاق بن یسار سے احکام وغیرہ میں بہت سی روایتیں بیان کیں مثلاً 15، 36، 58، 138۔۔۔، 2280، 2333، 2334، 2377۔۔۔

معلوم ہوا کہ امام ابن خزیمہ کے نزدیک ابن اسحاق ثقہ وصدوق تھے۔

15۔امام ابن الجارود النیسابوری نے اپنی مشہور کتاب المنتقی میں ابن اسحاق سے کئی روایات بیان کیں مثلاً 31، 158، 291، 321۔۔۔

سیوطی نے صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی عوانہ اور المنتقی لابن جارود کے بارے میں لکھا ہے:

"فالعزو إليها معلم بالصحة أيضاً ."

"ان کی طرف روایت کا منسوب کرنا اس کی صحت کی علامت بھی ہے۔" (دیباچہ جمع الجوامع:1/20)

جناب اشرف علی دیوبندی نے کہا:

"و أورد هذا الحديث ابن الجارود فى المنتقى فهو صحيح عنده فإنه لا يأتى إلا بالصحيح كما صر ح به السيوطى فى ديباجه جمع الجوامع ."

"اور اس حدیث کو ابن الجارود نے المنتقی میں روایت کیا، لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ وہ (اس کتاب میں) صرف صحیح ہی روایت کرتے ہیں، جیسا کہ سیوطی نے جمع الجوامع کے دیباچے میں صراحت کی ہے۔" (بوادر النوادر:ص135)

16۔ امام ابو العباس محمد بن عبدالرحمن الدغولی نے فرمایا:

"محمد بن إسحاق إمام فى المغازى، صدوق فى الروا ية."

"محمد بن اسحاق مغازی میں امام (اور) روایت میں صدوق (سچے) ہیں۔" (کتاب القرأت للبیہقی:ص59

ح 114 وسندہ حسن، محمد بن احمد بن یحیی السرخسی الفقیہ تر جمۃ فی تاریخ نیسابور شیوخ الحاکم: ص 373۔ ت 633)

"وقال الحاكم: كان من الفقهاء الشافعين و ممن يرجع إلى أدب وكتابة وفضل)

17۔ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی نے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں محمد بن اسحاق کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں فرمایا:

"وهذا اسناد صحيح ."

"اور یہ سند صحیح ہے۔" (کتاب القرأت: ص 58، ح 114)

اس سے معلوم ہوا کہ بیہقی کے نزدیک ابن اسحاق ثقہ تھے، لہٰذا بیہقی سے سرفراز صفدر کی نقل کردہ جرح یا تو منسوخ ہے یا پھر ابن اسحاق کی معنعن (عن والی) روایات پر محمول ہے۔

18۔ امام ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی نے محمد بن اسحاق کی حدیث الفاتحہ خلف الامام کے بارے میں فرمایا:

"هذا اسناد حسن ." "یہ سند حسن ہے۔"

(سنن الدارقطنی: 1/318، ح 1200)

معلوم ہوا کہ دارقطنی کے نزدیک ابن اسحاق حسن الحدیث تھے، لہٰذا ان کی ابن اسحاق پر جرح منسوخ ہے یا معنعن روایات پر محمول ہے۔

19۔ حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں کئی مقامات پر ابن اسحاق کی حدیث کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔ مثلاً دیکھئے: 1/ 111، ح 379، 1/ 281، ح 1039)

معلوم ہوا کہ امام حاکم کے نزدیک محمد ابن اسحاق ثقہ وصدوق تھے۔

20۔ حافظ ذہبی نے کئی مقامات پر تلخیص المستدرک میں حاکم کی موافقت کرتے ہوئے ابن اسحاق کی حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے مثلاً دیکھئے ح 379، 1039، اور فقرہ سابقہ: 19۔

معلوم ہوا کہ

ابن اسحاق پر سرفراز خان کی حافظ ذہبی سے نقل کردہ جرح منسوخ ہے۔ ابن اسحاق کے بارے میں حافظ ذہبی نے طویل کلام کے بعد فرمایا:

"وأما في أحاديث الأحكام فينحط حديثه فيها عن رتبة الصحة إلى رتبة الحسن إلا فيما شذّ فيه فإنه يعدّ منكراً ."

"احادیث احکام میں ان کی حدیث درجہ صحیح سے نیچے درجہ حسن پر پہنچتی ہے سوائے اس کے جس میں وہ شذوذ (ثقہ راویوں کی مخالفت) کریں تو اسے منکر قرار دیا جائے گا۔" (سیر اعلام النبلاء: 7/ 41)

نیز دیکھئے الموقظۃ للذہبی: ص 81 تحقیق سلیم الہلالی)

ذہبی نے مزید کہا:

"كان صدوقاً من بحور العلم و له غرائب في سعة ما روى تستنكروا اختلف في الاحتجاج به وحديثه حسن وقد صححه جماعة."

"وہ سچے علم کے دریاؤں میں سے تھے اور ان کی وسیع روایات میں غرائب بھی ہیں جن کا انکار کیا جاتا ہے ان کے حجت ہونے میں اختلاف ہے اور ان کی حدیث حسن ہے، اسے (ان کی حدیث کو) ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے۔" (الکاشف: 3/18، ت 4789)

حافظ ذہبی نے کہا:

"صدوق."

(معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم بمالا یوجب الرد: 289)

21۔ حافظ ابو عوانہ نے صحیح ابی عوانہ میں محمد بن اسحاق بن یسار سے روایتیں بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے: 1/ 360، ح 827؛ 2/ 28 ح 2022)

22۔ امام احمد بن حنبل نے محمد بن اسحاق کے بارے میں فرمایا:

"هو حسن الحديث ولقد قال مالك حين ذكره: دجال من الدجاجلة."

"وہ حسن الحدیث ہیں اور (امام) مالک نے ان کا ذکر کیا تو کہا: دجالوں میں سے ایک دجال۔"

(تاریخ بغداد: 1/223 وسندہ صحیح)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1۔ امام احمد کے نزدیک امام مالک کی جرح منسوخ یا مرجوح ہے۔

2۔ امام احمد کی ابن اسحاق پر جرح منسوخ ہے۔

22۔ حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی نے المختارہ میں ابن اسحاق سے (بطور حجت) روایتیں لیں: مثلاً دیکھئے المختارہ (جلد 8 ص 339 ح 411)

24، امام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی (ف 388ھ) نے محمد ابن اسحاق کی فاتحہ خلف الامام والی حدیث کے بارے میں فرمایا:

"واسناده جيد لا طعن فيه."

"اور اس کی سند اچھی ہے، اس میں طعن نہیں ہے۔"

(معالم السنن: 1/ 177، ح 252)

معلوم ہوا کہ خطابی کے نزدیک ابن اسحاق جید الحدیث یعنی ثقہ وصدوق تھے۔

25۔ امام حسین بن مسعود البغوی نے محمد بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

"هذا حديث حسن."

"یہ حدیث حسن ہے۔" (شرح السنۃ: 1/ 394، ح 199)

معلوم ہوا کہ بغوی بھی ابن اسحاق کو حسن الحدیث سمجھتے تھے۔

26۔ ابو یعلی خلیل بن عبداللہ بن احمد الخلیلی القزوینی (ف 446ھ) نے فرمایا:

"كبير عالم من أهل المدينة... و هو عالم

واسع العلم ثقة."

"وہ اہل مدینہ کے بڑے عالم۔۔۔وہ وسیع علم والے ثقہ عالم ہیں۔" (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: 1/ 288، ت138)

27۔امام ابوزرعہ الدمشقی نے فرمایا:

"ومحمد بن إسحاق رجل قد أجمع الكبراء من أهل العلم على الأخذ عنه، منهم: سفيان بن سعيد وشعبة وابن عيينة، وحماد بن زيد و حماد بن سلمة و ابن المبارك وإبراهيم بن سعيد و روي عنه من الأكابر: يزيد بن أبي حبيب وقد اختبره أهل الحديث فرأوا صدقاً و خيراً مع مدحة ابن شهاب له."

"محمد اسحاق ایسے آدمی ہیں کہ اکابر اہل علم کا ان سے روایت لینے پر اجماع ہے۔سفیان بن سعید (الثوری)، شعبہ،(سفیان) بن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ابن المبارک اور ابراہیم بن سعید۔اکابر میں سے یزید بن ابی حبیب نے بھی ان سے روایت بیان کی ہے۔ اہل حدیث نے ان کے بارے میں جانچ پڑتال (تحقیق) کی تو انہیں سچا پایا اور بہتر پایا، اس کے ساتھ ابن شہاب (زہری) نے بھی ان کی مدح (تعریف) کی ہے۔"(تاریخ ابی زرعہ الدمشقی:1454)

معلوم ہوا کہ ابن اسحاق کا سچا اور بہتر ہونا محدثین کرام کی زبردست تحقیق کا خلاصہ ہے۔

28۔خطیب بغدادی نے محمد بن اسحاق پر تشیع مسئلہ تقدیر اور تدلیس وغیرہ جروح کا ذکر کر کے آخر میں فرمایا:

" فأما الصدق فليس بمدفوع عنه."

"رہا سچ تو اس کا ان سے انکار نہیں ہو سکتا۔" (تاریخ بغداد: 1/ 224)

معلوم ہوا کہ خطیب بغدادی انہیں سچا (صدوق) سمجھتے تھے۔

29: حافظ عبدالعظیم بن عبد القوی المنذری نے محمد بن اسحاق کے بارے میں فیصلہ کن انداز میں فرمایا:

"أحد الاعلام ، حديثه حسن."

" وہ بڑے علماء میں سے تھے ان کی حدیث حسن ہے۔"

پھر جرح وتعدیل کی لمبی بحث کے بعد فرمایا:

"وبالجملة فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث كما تقدم والله أعلم ."

"اور مجموعی طور پر ان کے بارے میں اختلاف ہے اور وہ حسن الحدیث ہیں جیسا کہ گزر چکا واللہ اعلم۔" (الترغیب والترہیب:4/ 577؛دوسرا نسخہ:4/ 497)

30۔ ابن القطان الفاسی المغربی نے محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں فرمایا:

"رأى انس بن ما لك و المتحصل من أمره الثقة و الحفظ و لاسيما للسير و لم يصح عليه قادح."

"انہوں نے (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کے معاملے میں خلاصہ یہ ہے کہ وہ ثقہ اور حافظ ہیں، خاص طور پر سیر (اور مغازی) میں اور ان پر جرح صحیح نہیں۔" (بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام:5/ 630)

فائدہ: محمد بن اسحاق نے فرمایا:

"رأيت أنس بن مالك، عليه عمامة سوداء والصبيان يشتدون ويقولون: هذا رجل من أصحاب النبي ﷺ لايموت حتى يلقى الدجال."

"میں نے انس بن مالک کو دیکھا، انہوں نے کالا عمامہ باندھا ہوا تھا اور بچے دوڑتے ہوئے کہتے تھے: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں اور دجال سے ملاقات تک فوت نہیں ہوں گے۔" (تاریخ بغداد: 1/ 217 وسندہ حسن)

تنبیہ: دوڑنے والے بچوں کی بات صحیح نہیں تھی کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ تو دجال کے خروج سے پہلے ہی فوت ہو گئے جب کہ دجال کا ابھی تک خروج نہیں ہوا۔

31۔ قاضی ابوزرعہ بن ابی الفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی نے ابن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

"اسناده جيد. فيه محمد بن اسحاق وقد صرح بالسماع."

"اس کی سند اچھی ہے۔اس میں محمد بن اسحاق ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔"

(طرح التثریب فی شرح التقریب: 4/ 42، باب لا تحل الصدقۃ للنبی)

32۔حافظ ابن کثیر دمشقی نے محمد بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

"هذا اسناد حسن."

"یہ سند حسن ہے۔" (تفسیر ابن کثیر: 4/ 349، دوسرا نسخہ:2/ 506؛سورۃ البقرہ:285۔286)

33۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی الانصاری (ف 671ھ) نے محمد بن اسحاق بن یسار کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں کہا:

"قد خرّج ابن ماجه بإسناد حسن بل صحيح من حد يث ابن عباس."

"ابن ماجہ نے حسن بلکہ صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا۔" (تفسیر قرطبی:4/ 225، آل عمران)

34۔حافظ ابن حزم ظاہری نے محمد بن اسحاق کی حدیث سے فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں استدلال کیا اور اس حدیث پر جرح کے بارے میں کہا:

"وهذا ليس بشيئ لأن محمد بن إسحاق أحد الآئمة وثقه الزهرى وفضله على من

بالمد ینة فی عصره ..."

"اور یہ (جرح) کوئی چیز نہیں کیونکہ محمد بن اسحاق اماموں میں سے ایک ہیں، انہیں زہری نے ثقہ قرار دیا اور مدینے میں ان کے معاصرین پر انہیں فضیلت والا گردانا۔" (المحلی:3/ 241، مسئلہ 360)

35۔ امام ابن شہاب الزہری نے اپنے دربان کو ابن اسحاق کے بارے میں فرمایا:

" إذا جاء هذا فلا تمنعه."

"جب یہ آئیں تو انہیں نہیں روکنا۔" (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی:1451، وسندہ صحیح)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے بارے میں فرمایا:

"لا يزال بالحجاز علم كثير مادام الأحول بين أظهركم."

"یہ احول جب تک تمہارے درمیان رہے گا تو حجاز میں بہت علم رہے گا۔" (الثقات لابن شاہین، ص 200 وسندہ حسن)

36۔ حافظ ابن عدی نے ابن اسحاق کے بارے میں طویل کلام کے بعد فرمایا:

"و هو لا بأ س به."

"اور ان کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔" (الکامل لابن عدی:6/ 2125، دوسرا نسخہ:7/ 270)

37۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"و ابن اسحاق إذا قال حدثني فهو ثقة عند أهل الحديث و هذا اسناد جيد."

"اور ابن اسحاق جب حدثنی کہیں تو وہ اہل حدیث کے نزدیک ثقہ ہیں اور (ابن اسحاق کی بیان کردہ) یہ سند اچھی ہے۔" (مجموع فتاوی:33/ 85)

38۔ حافظ ابو حفص عمر بن شاہین (ف 386ھ) نے محمد بن اسحاق بن یسار کو کتاب الثقات میں ذکر کیا (ص 199۔ت 1200)

39۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعتراض کے دو جوابوں میں سے اول جواب میں فرمایا:

"إن ابن اسحاق ثقة لم يجرّح بما يوجب ترک الاحتجاج به وقد وثقه كبار الآئمة واثنوا عليه با لحفظ و العدالة. هما ركنا الرواية."

"بے شک ابن اسحاق ثقہ ہیں، ان پر ایسی جرح نہیں ہوئی جو ان کے ساتھ احتجاج (استدلال) نہ کرنے کو واجب قرار دیتی ہو اور اکابر اماموں نے انہیں ثقہ قرار دیا۔ ان کے حفظ اور عدالت کی تعریف کی جو روایت کے دو رکن ہیں۔" (جلاء الافہام: ص 32؛ دوسرا نسخہ بتحقیق مشہور حسن: ص59)

40۔ امام ابن جریر الطبری نے محمد بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

"و هذا خبر عندنا صحيح سنده."

"اور اس حدیث کی سند ہمارے نزدیک صحیح ہے۔" (تہذیب الآثار، الجزء المفقود: ص 36، ح 22 مطبوعہ دار المامون بیروت)

معلوم ہوا کہ امام ابن جریر کے نزدیک محمد بن اسحاق بن یسار صحیح الحدیث تھے۔

41۔ علامہ نووی نے محمد بن اسحاق کی ایک حدیث کے بارے میں کہا:

"وهذا الإسناد صحيح والجمهور على الاحتجاج بمحمد بن اسحاق إذا قال حدثنا..."

(اور یہ سند صحیح ہے، جمہور کے نزدیک محمد بن اسحاق جب حدثنا کہیں تو حجت ہے (المجموع شرح المہذب جلد 8 ص 234 طبع دار الفکر)

42: حافظ ابن الجوزی نے ابن اسحاق پر جرح کی تو اسکا جواب دیتے ہوئے عینی حنفی نے کہا:

"و تعليل ابن الجوزی بابن إسحاق ليس بشيئ لأن ابن اسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور."

"ابن الجوزی کا ابن اسحاق پر جرح کرنا کوئی چیز نہیں کیونکہ ابن اسحاق جمہور کے نزدیک بڑے ثقہ (راویوں یعنی ثقہ اکابر) میں سے ہیں۔" (عمدۃ القاری 7/ 270، ح199 باب ماینھی من الکلام فی الصلوۃ)

عینی حنفی نے جمہور کے نزدیک ابن اسحاق کو ثقہ قرار دیا جب کہ سرفراز خان صفدر نے جمہور کے نزدیک ابن اسحاق کو مجروح قرار دیا!

43۔ زیلعی حنفی نے تعصب کے باوجود کہا:

وابن اسحاق الاکثر علی توثیقہ وممن وثقہ البخاری واللہ اعلم

"اور اکثر نے ابن اسحاق کی توثیق کی ہے اور ان کی توثیق کرنے والوں میں سے بخاری (بھی) ہیں۔ واللہ اعلم۔" (نصب الرایہ:4/ 7، باب خیار الشرط)

☆☆☆

مشائخ بیان کرتے ہیں کہ

سمع بعض الشيوخ سعيد بن إسحاق يبكي الليل كله في ليلة باردة جدا حتى اصبحفقال له أصلحك الله: سألتك بالله ما أبكاك في هذه الليلة بخلاف العادة؟ فقال له: نعم تفكرت في فقراء أمة محمد ﷺ في هذه الليلة الباردة فبكيت رقة لهم.

مشائخ میں سے کسی نے سعید بن اسحاق رحمہ اللہ کو ساری رات روتے دیکھا تو پوچھا: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ پوری شب میں خلاف عادت تمھیں کس چیز نے رلائے رکھا؟ فرمایا: اس یخ بستہ رات میں مجھے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فقرا یاد آگئے اور میں ان کے دکھ میں آنسو بہاتا رہا۔"

(ریاض النفوس،2:14)

